شمارہ: ۹ جلد: ١٧ | رمضان المبارک ۱۴۳۴ جولائی 2013
Email: khatmenubuwwat@ymail.com

مسلسل اشاعت کا ۱۵ سال

لولاک

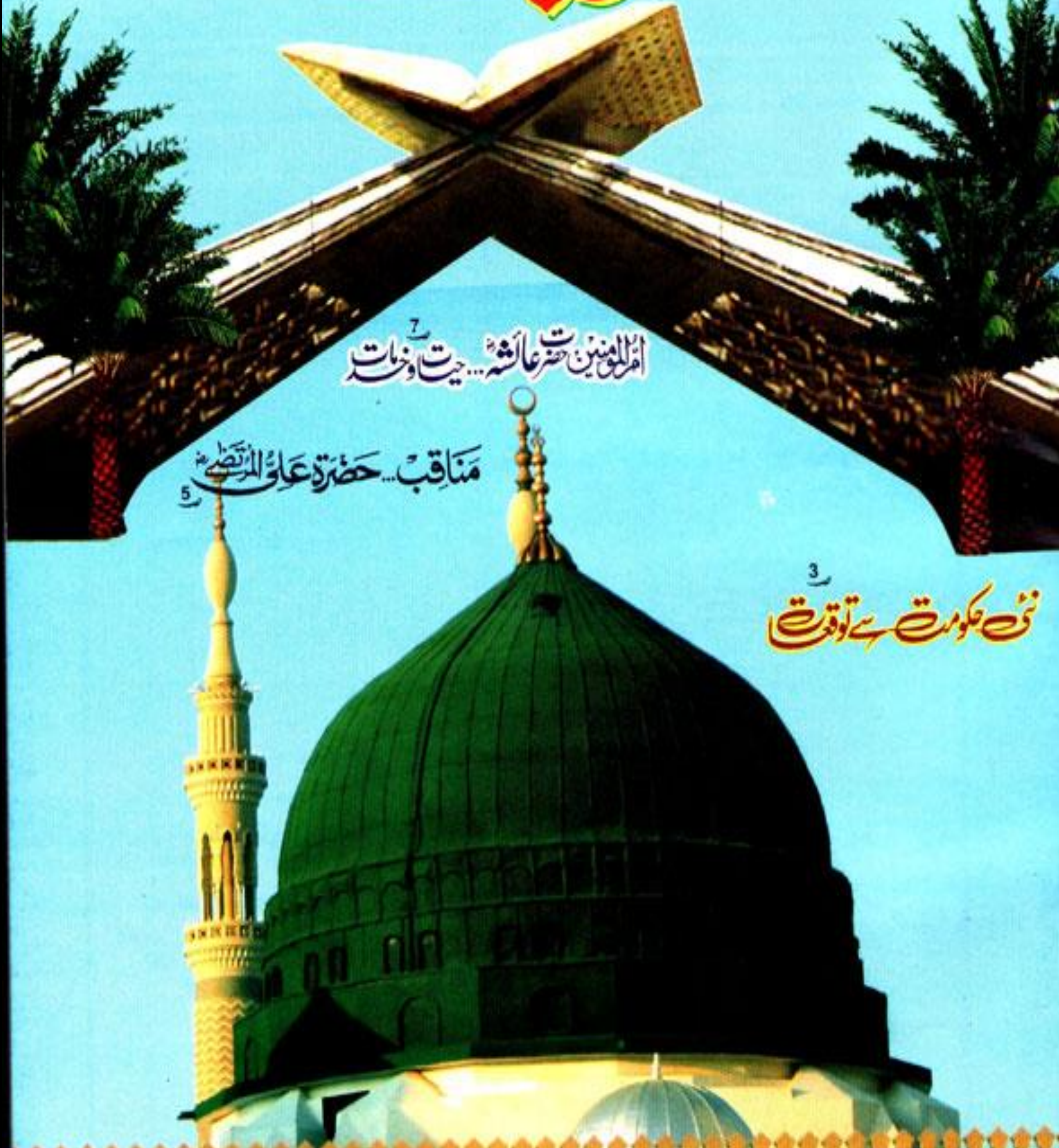

عصری تعلیم کے بارہ میں ایک غلط فہمی کا ازالہ 32

منفی سوچ یا سامراجی فرہنگ 45

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۹ ○ جلد: ۱۷

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ
مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوریؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

نئی حکومت سے توقعات	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	3
حضرت مولانا حکیم محمد اختر ؒ کی رحلت	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	4
حضرت مولانا انوار الحق نوریؒ کی وفات	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	4

مقالات ومضامین

مناقب...... حضرت علی المرتضیٰؓ	مولانا منظور احمد نعمانی	5
ام المؤمنین حضرت عائشہؓ...... حیات وخدمات	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	7
غزوۂ بدر	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	9
برکات رمضان	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	12
لیلۃ القدر...... ایک عظیم رات...... رحمتوں کی برسات	مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ	19
اصلاح کی فکر	حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ	23
اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ قبول فرمانے اور مغفرت فرمانے کا وعدہ	مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ	29
عصری تعلیم کے بارہ میں ایک غلط فہمی کا ازالہ	شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق مدظلہ	32
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت...... تعارف وخدمات	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	37
معارف خطبۂ نکاح (قسط نمبر 4)	مولانا محمد یوسف خان	39

شخصیات

حضرت مولانا حکیم محمد اختر کا وصال	مولانا محمد طارق	42
ہاں...... تیرا تکلیل زندہ باد ہوگیا	مولانا قاضی احسان احمد	43

رد قادیانیت

منفی سوچ یا سامراجی ذہنیت	مولانا ضیاء اللہ قاسمی	45
توہین الہام...... تاریخی حقائق کی روشنی میں	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	48
ترک قادیانیت (قسط نمبر 4)	عبدالقیوم سرگودھا	52

متفرقات

جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	54
تبصرہ کتب	ادارہ	56

کلمۃ الیوم!

نئی حکومت سے توقعات!

قومی وصوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوچکے۔ آنے والے نتائج کے مطابق مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف بھاری اکثریت سے وزیراعظم منتخب ہوگئے۔ ان کے مقابلہ میں پیپلز پارٹی کے جناب مخدوم امین فہیم، پی.ٹی.آئی کے جناب مخدوم جاوید ہاشمی نے اپنی اپنی جماعتوں کے ووٹ لے کر دوسرے اور تیسرے نمبر پر رہے۔ میاں محمد نواز شریف وزارت عظمیٰ سے جیل اور جلاوطنی...... اور جلاوطنی کے بعد جنرل الیکشن میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے اور تیسری مرتبہ وزارت عظمیٰ کا تاج ان کے سر پر سجا چاہتا ہے۔ موصوف ۲۶ ویں وزیراعظم ہوں گے۔

میاں محمد نواز شریف کو وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھانے کے بعد دہشت گردی، بے روزگاری، لوڈشیڈنگ، ڈرون حملوں سمیت کئی ایک مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے پارلیمانی پارٹی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

”خود کرپشن کروں گا اور نہ کسی کو کرنے دوں گا۔ ملکی خزانہ لوٹنے والوں کا کڑا احتساب کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم واضح اکثریت کے ساتھ پارلیمنٹ میں موجود ہیں۔ اللہ نے ہمیں سمجھوتوں والی حکومت سے بچایا۔ آپ سب جان لیں اللہ ہم سے بڑا کام لینا چاہتا ہے۔ اس کے لئے قومی اور عوامی امنگوں پر پورا اترنا ہوگا...... ہمیں قوم پر قرضوں اور خساروں کے بوجھ کو ختم کرنے کے لئے اپنی خواہشات کو قربان کرنا ہوگا...... ہمارے اقدامات کی وجہ سے آئندہ تین ماہ میں لوڈشیڈنگ کا مسئلہ حل ہوتا نظر آئے گا۔“

یہ وہ خوش کن اعلانات ہیں جو انہوں نے پارلیمانی پارٹی سے خطاب کرتے ہوئے کئے۔ اللہ پاک انہیں ان عزائم میں کامیابی نصیب فرمائیں اور ملک وملت کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ میاں صاحب تیسری مرتبہ وزیراعظم بن رہے ہیں۔ امید یکہ گذشتہ ادوار کی کمیوں اور کوتاہیوں پر نظر رکھیں گے۔ نیز انہوں نے اپنے گذشتہ دور میں سود سے متعلق وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کے اپیل دائر کرائی۔ امید یکہ اس طرف بھی توجہ فرمائیں گے اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہونے والے اعلان جنگ سے توبہ کریں گے۔ ناموس رسالت کے تحفظ، عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے متعلق طے شدہ قوانین کو بھی نہیں چھیڑیں گے۔

نیز بین الاقوامی دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے نظریہ پاکستان کی حفاظت کریں گے۔ ہماری اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار عالم انہیں عالم اسلام کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق دیں اور ملک کی معیشت ومعاش اور نظریہ کی حفاظت کی توفیق دیں۔ آمین یا الہ العالمین!

حضرت مولانا حکیم محمد اختر c کی رحلت

حضرت اقدس مولانا حکیم محمد اخترؒ طویل علالت کے بعد گذشتہ روز انتقال فرماگئے۔انہوں نے حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ،مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ،حضرت شاہ ابرارالحقؒ (خلفاء کرام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) سے روحانی تربیت لی اور علم وعمل اور اخلاص کی دولت سے مالا مال ہوئے اور نصف صدی تک پاکستان میں تصوف وروحانیت کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔وہ مثنوی مولانا روم کے مستند شارح سمجھے جاتے تھے۔ان کی باتیں ’’ازدل خیزد بردل ریزد ‘‘ کا مصداق تھیں۔ان کے مواعظ علوم ومعارف کا گنجینہ،راہ سلوک میں پیش آنے والے پیچ وخم کے لئے مشعل راہ،سالکین طریقت کی باطنی تربیت پریشانیوں کے لئے نسخہ کیمیا ہوتے۔انہوں نے اپنے پیچھے ہزاروں مریدین ومسترشدین،دسیوں خلفاء چھوڑے جوان کے لئے صدقہ جاریہ سے کم نہیں۔ان کے فرزند ارجمند اور جانشین حضرت حکیم محمد مظہر دامت برکاتہم ان کے جامعہ کے مہتمم اور خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت حکیم صاحب کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور ان کے خدام اور جانشین کو ان کی خانقاہ اور جامعہ کی حفاظت،نگرانی،تعلیم وتربیت جاری وساری رکھنے کی توفیق دیں۔آمین یا الٰہ العالمین!

حضرت مولانا نورالحق نور c کی وفات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور مجلس پشاور کے قدیم درکروراہنما مولانا نورالحق نور انتقال فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون!مرحوم مجلس کے قدیمی کارکن تھے۔شاہ جیؒ،مولانا جالندھریؒ،مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے دور سے مجلس سے متعلق چلے آرہے تھے۔بلکہ کچھ عرصہ مبلغ بھی رہے۔ان کی عمر اسی سال سے متجاوز ہوگی۔بندہ ۱۹۷۶ء میں مجلس کے شعبہ تبلیغ سے متعلق ہوا۔بندہ انہیں اسی دور سے دیکھتا چلا آرہا ہے۔ان کی صحت قابل رشک تھی۔۱۷ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۸ فروری ۲۰۱۳ء کو مجلس کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس دفتر مرکزیہ ملتان میں منعقد ہوا تو اس میں بھی تشریف لائے۔کمزوری وضعف کے باوجود شوریٰ کے اجلاس میں شریک ہوئے۔۱۹۵۳ء،۱۹۷۴ء،۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت میں مردانہ وار حصہ لیا۔قیدوبند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول وبرداشت کیا۔

۲۰۱۱ء میں ناموس رسالت کے تحفظ کی تحریک میں شریک رہے۔حضرت مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی مدظلہ مجلس پشاور کے امیر مقرر ہوئے۔حضرت مفتی صاحب مستقل مریض ہونے کے باوجود ختم نبوت کی تحریک کو پورے صوبہ خیبر پختونخواہ میں اٹھایا تو مولانا نورالحق نور ان کے دست وبازو تھے۔مجلس کے کام کو ترقی کی طرف گامزن ہوتا دیکھ کر خوشی محسوس کرتے۔معمولی بیمار چلے آرہے تھے۔آج ۴ رجون چار بجے شام جناب عنایت اللہ نے پشاور سے ان کی وفات کی خبردی۔اللہ پاک ان کی حسنات کو قبول فرمائیں اور سیآت سے درگذر فرمائیں اور اپنی شایان شان جزائے خیر سے سرفراز فرمائیں۔آمین!

مناقب ...... حضرت علی المرتضیٰؓ!

مولانا منظور احمد نعمانیؒ!

> خلیفہ راشد، داماد رسول زوج بتول سیدنا علی المرتضیٰ شیر خداؓ کو ۲۱ رمضان المبارک کی صبح کو ایک خارجی ملعون عبدالرحمٰن بن ملجم نے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ جس کی وجہ سے زخموں کی تاب نہ لا کر حضرت علیؓ جام شہادت نوش فرما گئے۔ اسی مناسبت سے رمضان المبارک کے شمارہ میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل ومناقب سے متعلق دو احادیث کریمہ معارف الحدیث مصنفہ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ پیش خدمت ہیں۔ ادارہ!

ترجمہ:...... ''حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ a نے فرمایا کہ علی مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں اور وہ ہر ایمان والے کے ولی ہیں۔ (جامع ترمذی)''

تشریح: صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے جامع ترمذی کی اس روایت کا یہی آخری جز نقل کیا ہے جو رسول اللہ a کا ارشاد ہے۔ امام ترمذیؒ نے وہ پورا واقعہ بھی نقل کیا ہے جس سلسلہ میں حضور a نے حضرت علیؓ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ a نے حضرت علیؓ کو امیر بنا کر ان کی سرکردگی میں ایک لشکر کسی مہم پر روانہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مہم کامیاب ہوئی اور فتح حاصل ہوئی۔ لیکن لشکر میں شامل بعض لوگوں نے حضرت علیؓ کے اس سلسلہ کے اس عمل کو صحیح نہیں سمجھا اور واپس آ کر ان لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق حضور a سے حضرت علیؓ کی شکایت کی۔ آنحضرت a کو ان کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے بارے میں ان کی شکایت صحیح نہیں تھی۔ غلط فہمی پر مبنی تھی۔ اس موقع پر آنحضرت a نے شکایت کرنے والوں پر ناگواری ظاہر فرمائی اور حضرت علیؓ پر اپنے اعتماد اور خصوصی قرابت ومحبت کے خاص تعلق کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ان علیا منی وانا منه '' ہماری اردو زبان کے محاورہ میں اس کا حاصل یہ ہے کہ: ''علی میرے ہیں اور میں علی کا ہوں۔'' اور حضرت علیؓ کے ساتھ اپنی محبت اور خصوصی قرب وتعلق کا اظہار انہیں الفاظ کے ساتھ حضور a نے مختلف مواقع پر فرمایا ہے۔ جیسا کہ آئندہ درج ہونے والی حدیث سے بھی معلوم ہوگا۔

ملحوظ رہے کہ حضور a نے بعض مواقع پر دوسرے بعض صحابہ کرامؓ کے ساتھ بھی اپنے خصوصی تعلق اور قرب ومحبت کا انہیں الفاظ میں اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک غزوہ میں شہید ہو جانے والے ایک صحابی حضرت جلیبیبؓ کی لاش کے پاس کھڑے ہو کر آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ''یعنی یہ جلیبیبؓ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔'' اسی طرح آپ a نے ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے قبیلہ اشعریین کے اس طرز عمل کا ذکر فرما کر کہ جب وہ جہاد کے سفروں میں جاتے ہیں یا مدینہ کے قیام ہی کے زمانے میں کھانے پینے کا سامان ان میں سے کچھ لوگوں کے پاس کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ جس کے پاس ہوتا ہے وہ سب ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں اور آپس میں برابر تقسیم

کر لیتے ہیں۔ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:’’یعنی یہ اشعریین مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔‘‘

ظاہر ہے جیسا کہ عرض کیا گیا کہ آنحضرت a کی طرف سے یہ ان اشعریین کے ساتھ خصوصی محبت وقرب وتعلق کا اظہار ہے۔اس حدیث کو بھی امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔حدیث کا آخری جملہ: ’’وھو ولی کل مومن ‘‘ولی کے معنی دوست،مددگار اور سرپرست کے ہیں۔قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مختلف مقامات پر ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔

زیر تشریح اس حدیث میں بظاہر یہ لفظ دوست اور محبوب کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور حضور a کے اس ارشاد کا مطلب ومدعا یہ ہے کہ ہر صاحب ایمان کو حضرت علیؓ کے ساتھ دوستی اور محبت ہی کا تعلق رکھنا چاہئے۔میرے ساتھ ان کے خصوصی تعلق کا یہ بھی حق ہے:اللہ تعالیٰ اپنی اپنے پیارے رسول a کی اور اپنے سب محبین اور محبوبین کی جن میں بلاشبہ حضرت علیؓ کا بھی خاص مقام ومرتبہ ہے محبت اس عاجز کو اور سب اہل ایمان کو نصیب فرمائے۔

ترجمہ:’’حضرت حبشی بن جنازدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ a نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ مجھ میں سے ہیں اور میں علیؓ میں سے ہوں اور میری طرف سے (یہ اہم پیغام) خود میں پہنچا سکتا ہوں یا علی۔(ترمذی)‘‘حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے وہ صورت حال پیش نظر رکھنی ضروری ہے جس میں حضور a نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

۸ ہجری میں فتح مکہ اور وہاں اسلامی اقتدار قائم ہوجانے کے بعد اگلے سال سورۂ برأت نازل ہوئی۔ جس میں مشرکین وکفار کے بارے میں خاص اور اہم احکام ہیں۔مثلاً یہ کہ جو معاہدہ ان کے ساتھ کیا گیا تھا ان کی شرارتوں کی وجہ سے وہ فسخ کر دیا گیا اور مثلاً یہ کہ اس سال کے بعد کسی مشرک وکافر کو مسجد حرام میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوگی۔وغیرہ وغیرہ!تو رسول اللہ a نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور یہ ذمہ داری بھی ان کے سپرد ہوئی کہ وہ رسول اللہ a کی طرف سے حج کے موقع پر مختلف علاقوں سے آنے والے تمام کفار ومشرکین کو اللہ تعالیٰ کے وہ احکام پہنچا دیں جو سورۂ برأت میں ان کے بارے میں نازل کئے گئے ہیں اور سورۂ برأت کی وہ سب آیتیں بھی ان کو سنا دیں۔

صدیق اکبرؓ حضور a کے حکم کی تعمیل میں حج کے لئے ساتھ جانے والوں کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوگئے۔بعد میں حضور a کو خیال آیا کہ عربوں کا یہ قانون اور ان کی یہ روایت رہی ہے کہ اگر کوئی معاہدہ کیا جائے یا کسی معاہدہ کو فسخ کیا جائے یا اس طرح کا کوئی بھی اہم معاملہ ہو تو وہ قبیلہ کا سردار یا سربراہ بذات خود کرے یا اس کے نائب اور قائم مقام کی حیثیت سے نسبی رشتے سے اس کا کوئی قریب ترین عزیز۔اس کے بغیر وہ قابل قبول نہ ہوگا۔تو آپ a نے ضروری سمجھا کہ آپ a کی طرف سے ان اہم اعلانات کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا جائے جو آپ a کے حقیقی چچازاد بھائی اور داماد بھی تھے۔چنانچہ آپ a نے حضرت علیؓ کو اس کام کے لئے بعد میں مکہ معظمہ کے لئے روانہ فرمایا۔اس موقعہ پر آپ a نے فرمایا تھا:’’علی منی وانا من علی ولا یودی عنی الا انا او علی‘‘الغرض اس ارشاد کے ذریعہ آپ a نے حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت علیؓ کو اس کام کے لئے بھیجنے کی غرض وغایت بیان فرمائی۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ ...... حیات وخدمات!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی!

سرور دو عالم a نے وقتاً فوقتاً گیارہ نکاح فرمائے۔ آپ a کی تمام ازواج مطہرات میں صرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ وہ اہلیہ محترمہ ہیں جو کنواری حالت میں رحمت عالم a کے نکاح میں آئیں۔ آپ کا نام: عائشہ، لقب: صدیقہ، خطاب: ام المومنین، کنیت: ام عبداللہ، حمیرا، اور بنت صدیق کے القاب سے یاد کی جاتی ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام عبداللہ بن ابی قحافہ ابوبکر صدیقؓ، والدہ محترمہ کا نام ام رومان۔ سیدہ کا سلسلہ نسب والد کی طرف ساتویں آٹھویں پشت، اور والدہ کی طرف سے گیارھویں، بارھویں پشت میں حضور a کے ساتھ جاملتا ہے۔ آپ کی عمر چھ سال تھی کہ حضور a کے نکاح میں آئیں اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا نکاح نہایت سادگی سے ہوا۔ سیدہ عطیہ فرماتی ہیں کہ ام المومنین اپنی ہم جولیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں کہ آپ کی اماں آئیں اور ساتھ لے گئیں اور سیدنا صدیق اکبرؓ نے نکاح پڑھا دیا۔ حق مہر پانچ سو درہم مقرر ہوا۔ (مسلم کتاب النکاح) سیدہ فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم a نے مجھے ایک مرتبہ فرمایا کہ: ''نکاح سے قبل تو مجھے دو مرتبہ دکھلائی گئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام ریشم کے کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی چیز لے کر آئے اور کہا کہ یہ آپ کی اہلیہ محترمہ ہیں۔ میں نے اسے کھولا تو وہ تو ہی تھی۔'' (مسند احمد ج۶ ص۴۱) ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جبرائیل امین مجھے سبز رنگ کے ریشم کے ایک ٹکڑے میں لپیٹ کر لائے اور فرمایا'' ھذا زوجتك فی الدنیا والآخرہ'' یہ آپ a کی دنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔

ہجرت: رحمت دو عالم a نے حضرت ابوبکرؓ کی معیت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو کچھ روز بعد عبداللہ بن ابی بکرؓ اپنی والدہ محترمہ اور دونوں بہنوں کو لے کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

رخصتی: ہجرت مدینہ کے بعد ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ نے بارگاہ رسالت مآب a میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ a اپنی اہلیہ محترمہ (عائشہؓ) کو گھر کیوں نہیں لاتے۔ آپ a نے فرمایا اس وقت مہر ادا کرنے کے لئے میرے پاس رقم نہیں ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ میری دولت کس کام آئیگی۔ چنانچہ رسول اللہ a نے حضرت صدیق اکبرؓ سے قرض لے کر مہر ادا کیا۔ اب انصار کی عورتیں دلہن کو لانے کے لئے کاشانہ صدیقی پر گئیں۔ سیدہ اس وقت اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں۔ والدہ محترمہ نے آواز دی۔ آپ تشریف لائیں۔ والدہ محترمہ نے ہاتھ منہ دھلا کر بال سنوار کر انصار کی عورتوں کے سپرد کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضور a تشریف لے آئے اور آپ کو ساتھ لے گئے۔ اس سادگی کے ساتھ رخصتی ہوئی کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

فضل وکمال: علامہ ابن سعدؒ امام زہریؒ کا قول نقل فرماتے ہیں: ''سیدہ عائشہؓ تمام لوگوں میں سے بڑی

عالم تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ کرام ان سے سوال پوچھا کرتے تھے۔ گویا آپ آفتاب نبوتؐ سے فیضاب ہو کر نصف آبادی کے لئے شمع رہ بن گئیں۔“ (طبقات ابن سعد ج۲ ص۲۶)

گھریلو زندگی: آپ نے سرور دو عالم a سے وہ کچھ حاصل کیا جو کوئی اور حاصل نہ کر سکا۔ رحمت دو عالم a کا دولت کدہ غربت و مسکنت کا مرکز تھا۔ چنانچہ فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس راتیں گزر جاتی تھیں اور ہمارے گھر چراغ نہیں جلتا تھا۔ (ابوداؤد ص۲۰۷) فرماتی ہیں کہ تین روز متواتر ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے پیٹ بھر کر کھایا ہو۔ گھر میں مہینہ مہینہ آگ نہیں جلتی تھی۔ (مسند احمد ج۶ ص۲۱۷) جس روز رحمت دو عالم a اس دنیا سے رخصت ہوئے تو فرماتی ہیں کہ گھر میں ایک دن کے گزارے کا سامان نہ تھا۔ (ترمذی ص۲۰۷) سرور دو عالم a تمام ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ محبت آپ سے فرماتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ بارگاہ رسالت میں اسی روز ہدیہ و تحائف بھیجتے جس دن ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی باری ہوتی۔ حضرت عائشہؓ کی محبت کی وجہ آپ کا فضل و کمال اور روحانی اوصاف و کمالات تھے۔

واقعہ تیمم: آپ کی وجہ سے تیمم کی اجازت ملی۔ تفصیلات احادیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ آپ کی صفائی میں سورہ نور کی اٹھارہ آیات نازل ہوئیں۔ واقعہ ایلاء میں جب انتیس دنوں کے بعد آپ a حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے سامنے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا جواب اپنے والدین سے پوچھ کر دینا۔ عرض کی ارشاد فرمایئے۔ آپ a نے آیات ایلاء پڑھ کر سنائیں تو سیدہ نے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ a میں کس بات میں اپنے والدین سے مشورہ لوں۔ میں خدا اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں۔ یہ جواب سن کر آپ a کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ a میرا جواب کسی اور زوجہ محترمہ کے سامنے بیان نہ فرمانا۔ فرمایا کہ میں معلم بن کر آیا ہوں جابر بن کر نہیں۔

بیوگی: رسول اللہ a کی وفات کے بعد پچاس سال تک بیوگی کے ایام گزارے۔ جب تک زندہ رہیں مزار اقدس کی مجاور رہیں۔ جب سیدنا صدیق اکبرؓ دفن ہوئے تو بے محابہ تشریف لاتیں۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ کی تدفین ہوئی تو سمٹ سمٹا کر تشریف لاتیں۔ اگرچہ زیر زمین لوگوں سے پردہ نہیں ہوتا۔ لیکن شرم و حیا کی وجہ سے آپ یہ عمل فرماتیں۔

مرویات عائشہؓ: حضرت عائشہؓ کی مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔ جو بہت سارے صحابہ کرامؓ کی مرویات سے زیادہ ہے اور مرویات کے اعتبار سے آپ کا نمبر صحابہ کرامؓ میں چھٹا ہے۔ آپ کی ساری زندگی قرآن و سنت کی نشر و اشاعت میں گزری۔ ہزاروں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ خطابت میں بھی خاص مقام رکھتی تھیں۔ شعر و سخن میں خاصا درک حاصل تھا۔ آپ سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور خلافت سے منصب افتاء پر فائز ہو گئی تھیں۔ آپ نے پردہ میں رہ کر علمی، عملی، اجتماعی، معاشرتی، پند و مواعظت کے لئے بڑا کام کیا۔

وفات: سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت کے آخری دور میں آپ چند روز بیمار رہ کر سترہ رمضان المبارک ۵۷ ہجری میں انتقال فرما گئیں۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔

غزوہ بدر!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی!

کفر واسلام کے درمیان پہلا عظیم الشان معرکہ ۲ ہجری رمضان المبارک میں واقع ہوا۔ یہ غزوہ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں وقوع پذیر ہوا۔ سرور دو عالم a کے ساتھ تین سو تیرہ، تین سو چودہ یا تین سو پندرہ آدمی تھے۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوامؓ کے پاس تھا اور دوسرا گھوڑا حضرت مقدادؓ کے پاس تھا۔ ایک ایک اونٹ دو دو تین تین آدمیوں کے پاس تھا۔ جو باری باری سوار ہوتے۔ ادھر ابوجہل کی قیادت میں ایک ہزار افراد پر مشتمل قریش کا لشکر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف چڑھ دوڑا۔ قریش اپنے ساتھ گانے بجانے والی عورتیں، طبلوں اور طبلچیوں کو بھی ساتھ لے کر بڑے کروفر کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس لڑائی میں ابوجہل اور امیہ سمیت تمام عمائدین قریش شریک ہوئے۔

سرور دو عالم a نے قریشیوں کی تیاری کا سن کر صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور ان سے مشاورت طلب کی۔ حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ نے جاں نثارانہ تقریریں کیں۔ بعد ازاں حضرت مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ یارسول اللہ a جس کا اللہ پاک نے آپ کو حکم دیا ہے کر گزریئے۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا رب جا کر لڑو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم ان کے بخلاف کہیں گے کہ آپ a اور آپ a کا پروردگار جہاد کرے۔ ہم بھی آپ a کے ساتھ شامل ہوکر جہاد کریں گے۔

بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں: ”ولکن نقاتل عن یمینک وعن شمالک وبین یدیک وخلفک “ہم آپ کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے سے لڑیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ a کا رخ انور فرط مسرت سے چمک اٹھا۔ (بخاری ص۵۶۴)

حضرت مقداد بن اسودؓ کے اس جواب کے باوجود رحمت دو عالم a نے فرمایا ”اشیروا علی ایہا الناس “اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔“

انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا یارسول اللہ a شاید روئے سخن انصار کی طرف ہے۔

آپ a نے فرمایا ہاں! اس پر سعد بن معاذؓ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ a آپ a جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں قطع تعلق فرمائیں اور جس سے چاہیں صلح کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ a کے ساتھ ہیں۔ اگر آپ a ہم کو برک الغماد تک لے جانے کا حکم فرمائیں تو بالضرور آپ a کے ساتھ جائیں گے۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ a کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر

آپ a ہمیں سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے ہم اسی وقت سمندر میں کود پڑیں گے اور ہم میں سے کوئی فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ تحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور مقابلہ کے وقت سچے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ! ہم سے آپ a کو وہ چیز دکھلائے گا جسے دیکھ کر آپ a کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ پس اللہ کے لئے ہمیں لے کر چلئے۔ (زرقانی ص۳۱۳ ج۱)

رسول اللہ a یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر چلو۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے ایک پر ضرور فتح ونصرت عطا کروں گا اور مجھے کفار کے قتل کی جگہیں دکھلا دی گئی ہیں کہ فلاں شخص فلاں جگہ اور فلاں شخص فلاں جگہ قتل ہوگا۔

رحمت عالم a اپنے ساتھیوں کو لے کر بدر کے مقام پر پہنچ گئے۔ مگر قریش نے پہلے پہنچ کر چشمہ پر قبضہ کرلیا اور مناسب مقامات اپنے لئے چھانٹ لئے۔ جبکہ صحابہ کرامؓ کو نہ مناسب جگہ ملی اور نہ پانی۔ اللہ پاک نے باران رحمت نازل فرمائی۔ جس سے تمام ریت جم گئی اور مسلمانوں نے پانی جمع کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے حوض بنالئے۔ تاکہ پانی وضو اور غسل کے کام آسکے۔ رحمت دوعالم a نے اپنی جان کے دشمنوں کو پانی لینے سے نہ روکا۔

جنگ کی تیاری: غزوہ بدر کی رات تمام صحابہ کرامؓ نے خوب خوب آرام کیا۔ جبکہ سرور دوعالم a نے ساری رات دعاؤں اور گریہ وزاری میں گزار دی اور صبح کی نماز باجماعت ادا فرمائی اور جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ تھی اور جمعہ کا روز تھا۔ ایک طرف حق کی جماعت اور دوسری طرف کفر اور ان کے کارندے۔ رحمت دوعالم a نے لشکر اسلام کی ترتیب فرمائی اور ان کی صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح درست فرمایا اور عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ آپ a کے ساتھ تھے اور سعد بن معاذؓ تیر لے کر عریش کے دروازے پر کھڑے ہوگئے۔

جنگ کا آغاز: ابوجہل کی طعن وتشنیع پر عتبہ بھی زرہ پہن کر میدان میں اترا۔ لشکر اسلام کے تین حضرات میدان میں نکلے۔ عوف اور معوذ (پسران حارث) اور عبداللہ بن رواحہ۔ عتبہ نے سوال کیا تم کون ہو تو جواب میں فرمایا ''رھط من الانصار'' انصار کے افراد۔ عتبہ نے کہا ''مالنا بکم من حاجۃ'' ہمیں تم سے کوئی غرض نہیں اور للکار کر آواز دی ''یامحمد اخرج الینا اکفاء نا'' یعنی ہمارے جوڑ کے حضرات ہماری طرف بھیجئے۔ تو رحمت دوعالم a نے اپنے چچا سیدنا امیر حمزہؓ داماد سیدنا علی المرتضیٰؓ اور عزیز عبیدہ بن الحارثؓ کو حکم دیا کہ مقابلہ کیجئے۔ یہ نام سن کر عتبہ نے ''نعم اکفاء کرام'' تم ہمارے جوڑ اور برابر کے معزز ومکرم ہو۔ اس کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔ عبیدہؓ عتبہ کے مقابلہ میں نکلے۔ حمزہؓ شیبہ کے مقابلہ میں اور علیؓ ولید کے مقابلہ ہوئے۔ علیؓ اور حمزہؓ نے اپنے مقابل کو ایک ہی وار میں جہنم رسید کردیا اور عبیدہؓ خود بھی زخمی ہوئے اور مقابل کو بھی زخمی کیا۔ بعد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ عتبہ اور شیبہ کے قتل کے بعد جنگ کا میدان گرم ہوگیا۔

ادھر سرور دوعالم a کبھی سجدہ میں جاتے ہیں اور کبھی ہاتھ لمبے کر کے دعائیں مانگتے ہیں اور محویت کا یہ عالم تھا کہ آپ a کے دوش مبارک سے چادر نیچے جاجا کر گرتی تھی اور آپ a اللہ پاک سے دعا فرمارہے ہیں

کہ: ’’اے اللہ اگر یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو قیامت تک آپ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔‘‘

آپ a دیر تک ہاتھ پھیلائے یہ دعا مانگتے رہے۔ اسی حالت میں چادر مبارک دوش مبارک سے گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبرؓ چادر مبارک اٹھا کر دوش مبارک پر ڈال دی اور آپ a کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ بس کافی ہے۔ آپ a نے اللہ کے حضور الحاح وزاری کی انتہا کر دی۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ دعا مانگتے آپ a پر نیند کا غلبہ طاری ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے اور سیدنا صدیق اکبرؓ سے فرمایا:

’’اے ابوبکر تجھ کو بشارت ہو تیرے پاس اللہ کی مدد آ گئی۔ یہ جبرائیل امین گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔ دانتوں پر ان کے غبار ہے۔ اللہ پاک نے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے امداد کے لئے اتارے۔‘‘ (فتح الباری ج۷ص۲۴۲)

عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل کے بعد ابوجہل نے لوگوں کو یہ کہہ کر ہمت اور جرأت دلائی کہ:

’’اے لوگو! عتبہ، شیبہ اور ولید کے قتل پر گھبراؤ نہیں۔ ان لوگوں نے جلدی سے کام لیا۔ قسم ہے لات وعزیٰ کی! ہم اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جب تک ان کو رسیوں سے باندھ نہ لیں۔ اس کے بعد ابوجہل نے یہ دعا مانگی کہ ہم میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو آج اس کو فتح ونصرت سے سرفراز فرما۔ ابوجہل کی دعا کے بعد رسول اللہ a نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے پروردگار! اگر خدانخواستہ یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر کبھی تیری عبادت نہ ہوگی۔ ایک طرف ابوجہل دعا مانگ رہا تھا اور دوسری طرف سرور دوعالم a مصروف دعا تھے۔ اس کے بعد فریقین میں گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی اور آپ a عریش (چھپر) سے باہر تشریف لے آئے اور صحابہ کرامؓ کو جہاد وقتال کی ترغیب دی اور ارشاد فرمایا کہ جو اس جہاد میں مارا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔‘‘ (زرقانی ج اول ص۴۲۷)

بعد ازاں جبرائیل امین کے اشارہ پر ایک مٹھی مٹی لے کر مشرکین کی طرف پھینک دی۔ مشرکین میں کوئی آدمی ایسا نہ رہا جس کی آنکھ، ناک اور منہ میں مٹی نہ پہنچی ہو۔ مشت خاک کا پھینکنا تھا کہ مشرکین بھاگ پڑے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ’’وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رما‘‘ آپ a نے وہ مشت خاک نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔ یعنی ایک ہزار کے لشکر تک یہ مٹی پھینکنا دراصل اللہ تعالیٰ کا کام تھا۔

ابن شہاب زہری اور عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مشت خاک کی عجب شان بنائی۔ ہر شخص سرنگوں اور حیران تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔ بڑے بڑے بہادر اور جانثار قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان دشمنان خدا کو قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہوگئے۔

ابوجہل، امیہ بن خلف اور اس کے دو بیٹے سمیت ستر سرداران قریش قتل ہوئے اور ستر عمائدین گرفتار ہوئے جس میں رحمت دوعالم a کے داماد جناب ابوالعاص اموی بھی تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے۔

غرضیکہ یہ اسلام اور کفر کے درمیان لڑی جانے والی پہلی عظیم الشان جنگ تھی جس میں کفر سرنگوں ہوا اور اسلام کا علم سربلند ہوا۔ (یہ مضمون سیرت المصطفیٰ جلد دوم مصنفہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے لیا گیا ہے)

برکات رمضان!

خطبہ جمعۃ المبارک یکم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق!

خطبہ مسنونہ کے بعد

’’وعن عبداللّٰہ بن عباس قال کان رسول اللّٰہ a احود الناس و کان احود ما یکون حین یلقاہ جبرئیل علیہ السلام و کان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیہ ارمسہ القرآن فلرسول اللّٰہ a احود بالخیر من الریح المرسلۃ (او کما قال)‘‘

محترم بھائیو! یہ رمضان المبارک کا مہینہ بھی اس امت پر خداوند تعالیٰ کے خاص کرم کا مہینہ ہے۔ خداوند کریم نے اس امت پر حد سے زیادہ انعامات واکرامات کئے ہیں اور کررہا ہے۔ اس کی نعمتیں تو ’’لا تعد ولا تحصیٰ‘‘ ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں۔ یہ ہماری روح، ہماری زندگی ہمارا وجود، یہ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں دل ودماغ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں۔ جس سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ زمین، ہوا، پانی، غلہ، پھل، پھول جو کچھ بھی ہمارے لئے ضروری تھا سب اللہ جل شانہ نے زمین کے دسترخوان پر ہمارے لئے بچھادیا۔ پھر خاص طور پر انسان کو تو اشرف المخلوقات بنادیا۔ اپنا خلیفہ بنادیا۔ ساری مخلوق پر اسے اقتدار اور تسلط دیا تاکہ وہ اس میں تصرف کرتا رہے۔ یہ خاص انعام ہے۔

سب سے بڑی نعمت اللہ کی ہمکلامی اور اس کلام کا مخاطب بننا ہے

انسان پر سب سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ خدا نے اسے اپنی ہمکلامی سے مشرف کیا، اپنے کلام کا مخاطب بنایا۔ اپنے کلام کے نزول کا اہل بنادیا۔ اس کی افہام وتفہیم اور اس کی تلاوت کرنے سے نوازا۔ ہر نعمت اس کی بے حد ہے۔ مگر یہ نعمت کہ اللہ نے حضور نبی کریم a کو مبعوث فرما ان کے ذریعہ ہمیں اپنے کلام سے مشرف فرمایا۔ ہمارے پاس قرآن مجید بھیجا اور ہمیں اس قابل کردیا کہ اس کی تلاوت کریں اسے سنیں اس کو سمجھیں اس پر عمل کریں۔ اس پر غور وفکر کریں۔ یہ خدا کی وہ خاص نعمت ہے جس کا جواب نہیں اور جسے خود اللہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے: ’’ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر‘‘ ﴿ہم نے اسے نازل کیا اور پھر اسے سمجھا اور نصیحت کے لئے آسان بھی بنادیا۔﴾ قرآن مجید خدا کا کلام نفسی ہے اور خدا کی ذات وصفات کا مکمل ادراک اور فہم ہمارے اذہان سے باہر کی چیز ہے تو اللہ نے اپنے کلام نفسی کو کلام لفظی کی شکل دے کر اسے آسان کردیا۔

تلاوت قرآن صرف اس امت کی خصوصیت ہے

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت فرشتوں کو بھی حاصل نہیں اور اسی وجہ سے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ فرشتے نماز میں شریک ہوتے ہیں کہ امام کی تلاوت سنیں۔ جب سورۃ فاتحہ ختم

ہوتو آمین کہتے ہیں اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے وہاں ملائکہ جمع ہوکر عرش تک اوپر نیچے پر لگا دیتے ہیں۔ اردگرد گھیرا ڈال دیتے ہیں۔ ''حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ '' کہ اس قرآن کی وجہ سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں فرشتے بھی اس کا مورد بن سکیں اور اسے سن سکیں۔ تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کی فضیلت ومنقبت صرف اس امت کو حاصل ہے۔ اگلی امتوں کو بھی اللہ نے احکام سے نوازا مگر ان کو کتابیں دیں کلام نہیں دیا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات شریف ملی جو لکھی ہوئی چیز تھی اس کو کلام نہیں کہہ سکتے۔

کلام اللہ اور کتاب اللہ میں فرق

کتاب اللہ الگ چیز ہے اور کلام الگ۔ جس پر متکلم تلفظ کرے اور آواز وصوت پیدا ہو۔ اگر کسی کو اپنی خیریت اور حالات لکھ دو، اس کو کتاب کہیں گے اور اگر ٹیلی فون پر بات چیت کرے بالمشافہ کہ کانوں سے سن لے تو اس کو کلام کہیں گے تو قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ اس کے الفاظ معانی دونوں خدا کی طرف سے ہیں جسے اللہ جل جلالہ نے ہماری فہم اور تفہیم کا ذریعہ بنا دیا اور تلاوت اس کی آسان بنا دی۔

ماہ رمضان کی برکتیں

رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید اتارا گیا۔ ''شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن '' اس مہینہ میں اللہ کی بے انتہاء نعمتیں ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رمضان میں ایک نفل ستر نفل کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ ایک تسبیح سبحان اللہ کہنے کا بھی ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کے برابر اجر ملتا ہے۔ ایک فرض کا ستر فرضوں کے برابر ثواب ہے۔ ایک بڑی نعمت اس مہینہ میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

برزخ والوں کو رمضان کا فائدہ

اس کا بڑا فائدہ عالم برزخ والوں کو ہوتا ہے کہ جہنم کے شدائد میں کمی آجاتی ہے۔ جو لوگ قبر یا برزخ میں ہیں، تو حدیث میں آتا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے کہ اس کی بدبو، گرمی اور شدت پہنچتی رہے اور جو جنتی ہیں ان کے لئے جنت کے دروازے قبر میں کھول دیئے جاتے ہیں اور وہاں کی روح وریحان خوشبو اور تازگی ان تک پہنچتی ہے: ''القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران '' ﴿ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ ﴾ تو جو برے اعمال اور فسق وفجور کی وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہیں، تو رمضان میں جہنم کے دروازے بند ہو جانے کی وجہ سے ان کو چھٹی مل جاتی ہے اور قدرے فائدہ ہو جاتا ہے اور جنت کے حقداروں کو جنت کی خوشبو اور نعمتوں میں اور بھی اضافہ ہونے لگتا ہے۔

جہنم والوں کو رمضان کا فائدہ

اس طرح اگر کوئی گنہگار رمضان ہی میں مر گیا تو جیسے کہ جیل خانہ چھٹی کے دن بند رہتا ہے اور اگر اس دن کسی مجرم کو پکڑ لیا جاوے تو اسے باہر رکھتے ہیں۔ پولیس اسے اپنے ساتھ رکھتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گھر سے مجرم کو کھانا وغیرہ جا سکتا ہے۔ ملاقات بھی خویش واقارب کر سکتے ہیں۔ مگر جب جیل کا دروازہ کھلا اور وہیں داخل کر

دیا تو سب رعایتیں ختم ہو جاتی ہیں۔تو اگر یہ شخص گنہگار ہے اور مستحق جہنم ہے، اس مہینہ میں مر جائے تو ختم رمضان تک تو کم از کم جہنم کی شدت اور عذاب سے بچ جائے گا۔

حدیث کا دوسرا مطلب

حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ رمضان میں نیکی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جنت کے داخلہ کے لئے دروازے اعمال صالحہ ہی تو پیدا کئے ہیں۔ ہر نیکی کے بدلے ستر نیکیوں کے برابر ثواب ہے۔ ہر رات غیب سے آواز آتی ہے کہ:"یا باغی الخیر اقبل" ﴿اے خیر اور بھلائی کی آرزو اور طلب رکھنے والے آگے بڑھ۔ یہی وقت ہے نیکی کا۔ایک دفعہ استغفار کی تسبیح پڑھ، نماز پڑھ لے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر دے:"ویا باغی الشر اقصر" ﴿اور اے شر کے طلبگار ذرا پیچھے ہٹ جاؤ ذرا ٹھہر جا۔﴾

شیاطین قید ہونے کے باوجود گناہ کیوں صادر ہوتے ہیں

رمضان سے پہلے اگر ایک شخص چوری، قتل، جوا، زنا اور دیگر گناہ کرتا ہے تو الزام شیطان پر لگتا ہے کہ اس کے ورغلانے کی وجہ سے گناہ ہوا۔ مگر یاد رکھئے، رمضان میں تو یہ الزام اس پر نہیں لگا سکتے کہ اسے تو رمضان کے آتے ہی ہتھکڑیاں لگ جاتی ہیں اور اس کو سمندر کی تہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔"صفدت الشیٰطین و مردۃ الجن" میں نے دیکھا کہ پہلی ہی رات سے مساجد بھر گئیں، لوگوں کا میلان نیکیوں کی طرف بڑھ گیا۔ لاکھوں مواعظ سے اتنا کام نہیں ہوتا جتنا کہ رمضان کے آتے ہی لوگوں میں تبدیلی آ جاتی ہے اور اللہ کی طرف عبادات اور نماز وغیرہ کی شکل میں متوجہ ہو جاتے ہیں۔ گھروں میں عورتیں نمازوں کا اہتمام کرنے لگتی ہیں، تو وجہ یہ ہے کہ شیاطین قید ہو جاتے ہیں۔ مگر جس مرد و عورت کا رمضان میں بھی اللہ کی عبادات اور بندگی کی طرف توجہ اور نیکی کی طرف میلان نہ ہوا تو سمجھ جایئے کہ اس میں رتی بھر بھی ایمان نہیں۔ وہ خود شیطان بن چکا ہے کہ اب جب شیطان بند ہے تو کون یہ گناہ کرواتا ہے؟ خود اس کا نفس کرواتا ہے۔حدیث میں آتا ہے:"ان اعدیٰ عدوک نفسک التی بین جنبیک" ﴿یہ تیرا نفس جو تیرے پہلو میں ہے سب سے بڑھ کر تیرا دشمن ہے۔﴾

نفس امّارہ کی کارستانیاں

یہ نفس جب تک مطمئنہ اور لوامہ نہ بن جائے تو اس کے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھے میں جاؤ گے۔اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کی تو ہر چیز سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اور تو کون ہے؟ ہر چیز نے جواب دیا کہ تو رب ہے، خالق ہے، مالک ہے اور میں عاجز مخلوق ہوں۔ مگر نفس سے جب پوچھا کہ میں کون ہوں اور تو کیا ہے؟ تو نفس نے جواب دیا کہ:"انت انت وانا انا" ﴿تو تو ہے اور میں میں ہوں۔﴾ یہ نفس خبیث کا جواب تھا۔ آج بھی نفس کا اثر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ میں ایسا ہوں، نواب ہوں، خان ہوں، پٹھان ہوں، میری پوزیشن کا کوئی جواب نہیں۔ میرے ساتھ کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ میں تو لعل و جواہر ہوں۔ الغرض شیطان کے بند ہوتے ہوئے بھی یہ بد دیانتی اس سے نفس ہی کرواتا ہے۔ گویا اس کا نفس اب شیطان بن گیا ہے۔

ایک عجیب خیال

اور اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے اس ملک میں انگریز تھا تو ہم اپنی بددیانتی کو اس پر ڈالتے تھے کہ غلام ہیں اس لئے اسلام کا جھنڈا سربلند نہیں کیا۔ اس لئے اسلامی قانون نہیں چل رہا۔ مگر اب تو ہم ۱۹۴۷ء کے سال سے آزاد ہوئے ہیں۔ غلامی نہ رہی تو ہمیں کون اسلامی قوانین سے روک رہا ہے۔ اب یہ لوگ کیوں بددین ہیں۔ بلکہ اس حالت سے بھی بڑھ چکے ہیں۔ گویا اب تو یہ خود انگریز بن گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ غلامی کے دور میں اگر لوگ کوتاہی کرتے ہوئے مرے ہیں تو شاید خدا انہیں بخش دے کہ مجبور تھے۔ مگر اب تو کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔ اس طرح شیطان جب بند ہوا تو نفس خبیث کا پیچھا پڑ گیا اور جن لوگوں کے نفس میں کچھ صلاحیت تھی وہ عبادت میں لگ گئے۔ دل نرم ہو گئے۔ باجماعت نماز پڑھنے لگے پہلے ان پر شیطان کا تسلط تھا۔ اب وہ جیل گیا تو یہ آزاد ہوئے۔ اگر اب بھی نہ سنبھلے تو سمجھ جایئے کہ وہ ابلیس سے بڑھ کر ہیں۔ جیسا کہ لوگ قیامت کے دن شیطان کو ملامت کریں گے تو وہ جواب دے گا: ’’فلا تلوموني ولوموا انفسكم ‘‘ ﴿مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ پر ملامت کرو میرا کوئی جبر نہ تھا۔﴾

تو بھائیو! یہ انتہائی خطرے کی بات ہے کہ رمضان میں بھی ہم نماز نہ پڑھ سکیں، اور نہ چوری، جوا، جھوٹ، فریب چھوڑ سکیں۔ ہر رات آواز آتی ہے۔ یاباغی الخیر اقبل! اے خیر کے طالب اسباب خیر کھلے ہیں آگے بڑھ۔ ویاباغی الشر اقصر! اے شر کے طلبگار اب ذرا پیچھے ہٹ جا خدا نے شر کے دروازے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے۔ تو اے شریر ذرا تو بھی اپنی شرارت چھوڑ دے۔ خداوند کریم سے ذرا شرم و حیا کر اور برائی چھوڑ دے۔

روزے کا اجر خاص

رمضان کی رحمتوں میں سے بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’الصوم لي وانا اجزى به ‘‘ ﴿روزہ خاص میرے لئے ہے تو میں ہی اس کا اجر دوں گا۔﴾ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جو عاشق ہوگا وہی روزہ رکھے گا۔ روزہ کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہوسکتا۔ یہ غیراللہ کے لئے نہیں ہوسکتا۔ اس میں ریاو نمود نہیں آسکتی۔ جو روزے رکھتا ہے وہ اپنے مالک اور رب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگتا ہے۔ اللہ کھاتا نہیں، پیتا نہیں، غنی ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے۔ ان تمام چیزوں سے تو اس کا غلام بھی انہی چیزوں کو اپناتا ہے تو اجر بھی اللہ خاص طور پر خود ہی دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک حاکم دربار منعقد کر کے کسی کو بلا لیتا ہے اور خاص اپنے ہاتھ سے اسے تمغہ سے نوازتا ہے۔ دوسرے وسائط اور ذرائع سے اتنی عزت نہیں ہوتی تو روزہ دار کو اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ براہ راست حق تعالیٰ کے انعام کا مستحق بنتا ہے۔ ایک دوسری قرأت ’’انا اجزى به ‘‘ کی ہے کہ میں خود اس کو بدلہ میں دیا جاؤں گا تو اس کی قدر و قیمت کی تو حد ہی نہیں کہ جو بندہ شرائط اور آداب کے مطابق روزہ رکھے گا وہ محبوب حقیقی کے وصال سے سرفراز ہوگا۔ تمام عالم کا بادشاہ، عالم کا مالک اور محبوب حقیقی جب اپنا دیدار روزے کے بدلے میں دیتا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

روزہ قیامت میں بھی ساتھ دے گا

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن ظلم کرنے والوں کی نیکیاں اس کے بدلہ میں اصحاب حقوق لے لیں گے۔ مگر یہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس کا اوروں کو علم نہیں ہوگا۔ تو جب ساری نیکیاں اوروں کو حقوق میں دے دی جائیں گی جب کہ ہمارے ظلم اور حق تلفی کا تو کوئی حد نہیں، مظلوم سب کچھ لے لے گا مگر یہ روزہ اس وقت جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال بن جائے گا۔ یہ نیکی محفوظ رہے گی: ''الصوم جنة'' ﴿روضہ ایک ڈھال ہے۔﴾

رمضان اور نزول قرآن کا باہمی تعلق

پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت وہی ہے جو میں نے عرض کر دی کہ خدا نے اس ماہ ہمیں قرآن کا طالب بنا دیا۔ یہ طالب علمی کا زمانہ ہے اور طالب العلم وہی ہے جو بھوکا ہو، پیاسا ہو، راتوں کو جاگتا ہو، ایک کا ہو کر ایک ہی کا طرف دار ہے، تو جو ایک طرف ہو جائے رات کو قرآن تراویح میں پڑھنا اور سننا اور دن کو اس کے سبق اور تعلیم کی لذت میں اس کے تصور میں اور اس پر عمل کرنے میں مستغرق رہنا یہ قرآنی تعلیمات کی عملی تربیت ہے۔ قرآنی تعلیمات کی اس لئے روزہ ہی میں قرآن نازل کیا گیا: ''شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن'' ﴿خداوند کریم نے بیت العزت سے آسمان دنیا میں اسی ماہ قرآن اتارا۔﴾

''انا انزلناه فی لیلة القدر'' پھر بیت العزت سے نزول جو شروع ہوا وہ بھی ایک روایت کے مطابق رمضان ہی میں ہوا تو چاہئے کہ رات دن تلاوت کا اہتمام کریں۔ رات کو ایک مرتبہ تراویح میں قرآن سننا سنت ہے اور پھر ہمارے اکابر امام ابوحنیفہؒ جیسے بزرگ تو ہر دن اور ہر رات ایک ختم فرمایا کرتے۔ ان حضرات نے رمضان کا کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ ضائع نہیں کیا۔ اگر تلاوت نہ کر سکیں تو استغفار، تسبیح اور تحمید اور ذکر تو کر سکتے ہیں۔ ان امور میں غفلت نہ کریں۔

حدیث کی تشریح کے لئے تو وقت نہیں رہا۔ البتہ اس کا ترجمہ عرض ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ a تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت رمضان میں انتہاء کو پہنچ جاتی تھی۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ a سے ملاقات فرماتے اور جبرائیل علیہ السلام رمضان شریف کی ہر رات میں آپ a سے ملاقات فرماتے تھے اور قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔ پس رسول اللہ a خیر کے معاملہ میں چلتی ہواؤں سے زیادہ تیز ہو جاتے تھے۔

سخاوت اور جود میں فرق

حدیث شریف میں لفظ جود ہے۔ سخاوت اور جود میں فرق ہے۔ سخاوت صرف مال کی تقسیم کا نام ہے اور جود ''اعطا ما ینبغی لمن ینبغی'' کو کہتے ہیں جو کہ عام ہے۔ صرف مال دینے پر موقوف نہیں بلکہ جو شئے بھی جس کے لئے مناسب ہو اسے دے دی جائے۔ بلا امتیاز تمام اشیاء کی تقسیم کا نام جود ہے۔ مثلاً فقیروں کو اموال تقسیم کرنا تشنگان علوم کے لئے افاضہ علم کرنا گم کردہ راہوں کے لئے ہدایت کرنا یعنی ہر کام اپنے محل میں کرنا یہ ہے جود۔

حضور a کا جود

تو پیغمبر a اجود الناس تھے۔آپ a ہر شخص کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جو اس کے مناسب حال ہوتی تو جود ایک ملکہ ہے اور سخاوت اس کا اثر ہے اور پیغمبر علیہ السلام اپنے ملکات کے اعتبار سے تمام اہل کمال پر تفوق رکھتے تھے۔پیغمبر کی سخاوت کی بھی نظیر نہیں۔بحرین سے ایک لاکھ روپیہ آیا۔نماز کے بعد سب کو تقسیم کر دیا اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ایک دفعہ عصر کی نماز ادا فرماتے ہیں جلد حجرہ مبارک تشریف لے گئے اور سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لے آئے۔فرمایا یہ ٹکڑا گھر میں تھا میں نے اس لئے جلدی کی کہ پیغمبر a کے گھر میں ایسی چیزوں کا رہنا مناسب نہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں پھولدار گدا بچھا ہوا دیکھا تو واپس تشریف لے آئے۔حضرت ام المؤمنینؓ گھبرا گئیں۔عرض کیا کہ حضرت کیوں واپس تشریف لے جارہے ہیں۔فرمایا''مالی وللدنیا'' ہمارا دنیا سے کیا تعلق۔پھر عرض کیا کہ آپ کے آرام کے لئے یہ تکیہ بنایا تو''مالی وللدنیا'' کہہ کر فوراً تقسیم کر دیا۔ایک خاتون بڑے اشتیاق سے ایک تہبند لائیں۔عرض کیا کہ حضرت آپ اسے پہن لیں۔حضور a نے ازراہ شفقت قبول فرمایا اور پہن لیا۔ایک صحابیؓ نے دیکھ کر چھوا اور کہا یہ تو بہت عمدہ ہے۔دے دیجئے۔آپ فوراً مکان میں تشریف لے گئے۔ پرانا تہبند پہنا اور اس کو تہ کر کے اس صحابی کو عنایت فرمایا۔لوگوں نے اس صحابیؓ کو ملامت کی تو صحابیؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے تہبند مانگا کہ اس کا استعمال آپ a کے بدن مبارک سے ہو چکا ہے۔میں اسے اپنے کفن میں رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ a کے جسد اطہر سے یہ کپڑا مس ہوا ہے تو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے گا۔غزوہ حنین کے موقع پر بہت سے دیہاتیوں نے آگھیرا کہ کچھ عنایت فرمایئے۔ہم آپ کا مال نہیں مانگتے۔آپ کے باپ کا مال نہیں مانگتے۔اللہ کا مال مانگتے ہیں۔آپ ان کی اس گستاخانہ گفتگو سے متاثر نہ ہوئے اور نہ برا مانا اور برابر مال دیتے رہے۔حتیٰ کہ ازدحام کی وجہ سے پیچھے ہٹتے ہٹتے کیکر کے درخت میں الجھ گئے۔فرمایا گیا کہ اگر اس وادی کے خاردار درختوں کی مقدار میں میرے پاس مویشی ہوتے تو سب کو تقسیم کر دیتا...... یاد رکھیں کہ اس موقع حنین میں ۲۴ ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بارہ ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تقسیم کر دیئے۔یہ ہے آپ a کے شان جود کا ادنیٰ کرشمہ۔

حضور a کا تخلق باخلاق اللہ

رمضان شریف میں حضور a کا جود بہت بڑھ جاتا تھا۔کیونکہ رمضان شریف میں خداوند کریم کا جود لامتناہی اور بے شمار ہوتا ہے تو تخلقوا باخلاق اللہ کی فضیلت بھی پیغمبر علیہ السلام سب سے زیادہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔جب خداوند کریم کے جود کی رمضان شریف میں یہ حالت کہ''الصوم لی وانا اجزی بہ ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ'' جو شخص رمضان میں ایمان ویقین کے ساتھ حسبۃً للہ عبادت کرے تو اس کے سابق گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔پھر اس رمضان میں لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے والوں اور عبادت گزاروں کو ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ اجر دیتے ہیں تو پیغمبر کا جود بھی حد سے زیادہ ہو جاتا تھا اور جس

طرح رب العالمین رمضان میں احسانات اور رحمت کی بارش برساتا ہے تو حضور a اس ماہ مبارک میں جود وکرم زیادہ فرماتے تھے۔خصوصاً اس وقت جب کہ رمضان کی راتوں میں جبرائیل علیہ السلام آ کر قرآن مجید کا دور فرماتے تھے اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کے دور کی وجہ سے علمی وعملی ترقیات ہوا کرتی ہیں اور حضور a کے کمالات میں جس قدر ارتقائی کیفیات جلوہ گر ہوتی تھیں، اسی قدر جود میں بھی ترقی ہوتی تھی۔تا کہ یہ کمالات اپنی ذات تک محدود نہ رہیں۔ بلکہ ساری امت کو اس سے بہرہ اندوز فرماتے تھے تو رمضان شریف میں قرآن مجید کے دور کے وقت ان ہواؤں سے جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے چھوڑی جاتی ہیں زندگی کا مدار ہیں اس سے بھی آپ کی جود زیادہ ہوا کرتی تھی۔آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔الغرض امت کو بھی چاہئے جو روحانی اولاد ہے کہ رات کو قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہے اور جود وسخا کی صفت اپنے اندر پیدا کریں۔تا کہ پیغمبر a کے نقش قدم پر چل کر نجات دارین حاصل کریں:"واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

مولانا محمد طیب فاروقی کے تبلیغی بیانات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے مبلغ مولانا محمد طیب فاروقی نے اسلام آباد اور راولپنڈی ڈویژن اور ہزارہ ڈویژن کے جامعات کا دورہ کیا۔علماء کرام اور طلبہ کو چناب نگر کورس میں شرکت کی دعوت دی۔ نیز موصوف کی دعوت پر مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی بھی گذشتہ ماہ دوروزہ دورہ پر تشریف لائے۔ جہاں موصوف نے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی، جامعہ محمدیہ، جامعہ فریدیہ اور جامعہ خلفاء راشدین اسلام آباد میں خطاب کیا۔جامعات کے عمائدین مولانا ظہور احمد علوی، مولانا عامر، مولانا اشرف علی سے ملاقاتیں کیں۔راولپنڈی اور اسلام آباد کے علماء کرام نے کورس میں شرکت کی دعوت کو قبول فرمایا۔

مولانا محمد یونس کے دورے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے مبلغ مولانا محمد یونس نے کوئٹہ شہر کے جامعات جامعہ مطلع العلوم، جامعہ مفتاح العلوم، جامعہ تجوید القرآن ودیگر جامعات میں خطاب فرمایا اور طلبہ کرام کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور انہیں قادیانیت سمیت فتنوں کے مقابلہ میں سرگرم ہونے کی تلقین کی۔مولانا عبدالواحد اور قاری عبداللہ منیر، حاجی خلیل الرحمان سمیت عمائدین جماعت کی سرپرستی حاصل رہی۔

مولانا عابد کمال کے خیبر پختونخواہ کے مدارس میں بیانات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ خیبر پختونخواہ کے مبلغ مولانا محمد عابد کمال نے صوبائی امیر مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی مدظلہ کے حکم پر پشاور، نوشہرہ، مردان، چارسدہ، صوابی، بنوں سمیت کئی ایک شہروں کے جامعات میں تشریف لے گئے اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت، حیات مسیح علیہ السلام اور رفع ونزول مسیح علیہ السلام جیسے اہم بنیادی مسائل پر گفتگو کی اور قادیانیت کے دجل وفریب سے آگاہ کیا اور انہیں قادیانیت کے دجل وفریب کو سمجھنے کے لئے کورس میں شرکت کی دعوت دی۔

لیلۃ القدر ...... ایک عظیم رات ...... رحمتوں کی برسات!

مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ

یوں تو رمضان المبارک کا پورا مہینہ ہی بڑی برکتوں اور فضیلتوں کا مہینہ ہے۔ لیکن اس مہینہ کی ایک سب سے بڑی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس ماہ میں ایک ایسی رات آتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہوتی ہے اور یہ رات شب قدر کی عظیم رات ہے۔ جسے لیلۃ القدر بھی کہا جاتا ہے اور یہ رات نزول قرآن کی رات ہے۔ چنانچہ اس رات کی برکت وفضیلت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿انا انزلناہ فی لیلۃ لقدر ...... الخ﴾ ترجمہ: ''بے شک ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔''

قرآن نازل کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر لکھنے والے فرشتوں کے پاس قرآن مجید بھیجا۔ قرآن مجید کا جتنا حصہ پورے سال میں بحکم الٰہی جبرائیل امین علیہ السلام رسول اللہ a کے پاس لے کر آتے ہیں۔ اتنا حصہ پہلے ہی سے شب قدر میں آسمان دنیا پر نازل ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ پورا قرآن شب قدر میں ماہ رمضان کے اندر لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے آیت ہذا کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ: ''ہم نے یہ سورۃ اور پورا قرآن جبرائیل کی وساطت سے لکھنے والے فرشتوں کے پاس شب قدر میں اتارا اور اس کے بعد رسول اللہ a پر تھوڑا تھوڑا ۲۳/سال کی مدت میں مختلف مہینوں میں حسب ضرورت اترتا رہا۔'' لیلۃ القدر یعنی عظمت والی بقول بعض فیصلہ والی رات۔ لیلۃ القدر تعظیماً کہا گیا ہے یا اس لئے کہا گیا ہے کہ آئندہ سال تک ہونے والے تمام واقعات کو اللہ تعالیٰ اس رات میں مقدر کر دیتا ہے۔ یعنی مقرر کر دینا۔

آگے فرمایا: ﴿وما ادراك ماليلة القدر﴾ یعنی اے محمد a! اگر اللہ آپ کو شب قدر کی عظمت نہ جتاتا تو آپ کو کیسے معلوم ہوتی۔ علما کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں ﴿وما ادراك﴾ آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر a کو اس چیز کی اطلاع دے دی ہے اور جہاں ﴿ومايدريك﴾ آیا تو اللہ نے نہ اس کی اطلاع دی ہے نہ اس کا علم دیا ہے۔ جیسے ﴿ومايدريك لعل الساعة تكون قريباً﴾ چنانچہ قیامت کا دن رسول اللہ a پر منکشف نہیں ہوا۔ لیلۃ القدر سے مراد ہے عظمت والی رات بعض علما فرماتے ہیں کہ یہ وہی رات ہے جس کے متعلق آیت: ﴿انا انزلناه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین فیها یفرق کل امر حکیم﴾ ترجمہ ''ہم نے قرآن مجید برکت والی رات اتارا۔ ہم ہی ڈرانے والے ہیں۔''

اسی رات تمام پر حکمت فیصلے کئے جاتے ہیں۔ ﴿لیلة القدر خیر من الف شهر﴾ ''یعنی شب قدر

کا عمل ان ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے۔'' جن میں شب قدر نہ ہو۔ روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو آیت ﴿خیر من الف شھر﴾ سے جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی۔ اس آیت کے شان نزول کا واقعہ پیش آیا کہ ایک دن رسول خدا a نے صحابہ کرامؓ کے سامنے بنی اسرائیل کے چار ایسے نیک افراد کا ذکر فرمایا جنہوں نے اسی برس تک اللہ کی عبادت کی اور کبھی لمحہ بھر بھی نافرمانی نہیں کی۔ صحابہ کرامؓ کو یہ بات سن کر انتہائی تعجب ہوا۔ اتنے میں جبرائیل امین علیہ السلام یہ سورۃ لے کر نازل ہوئے اور فرمایا جس چیز پر آپ a کو اور آپ a کے اصحابؓ کو تعجب ہوا تھا۔ یہ اس سے افضل ہے۔ آنحضرت a یہ سن کر انتہائی خوش ہوئے اور اسی قسم کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا شخص گزرا جس نے ہزار مہینے تک اللہ کی رضا کی خاطر جہاد کیا اور کبھی ہتھیار نہیں کھولے۔ جب اصحاب رسول a کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو ان کو بہت تعجب ہوا جس پر جبرائیل امین علیہ السلام یہ سورۃ لے کر نازل ہوئے۔

آگے ارشاد فرمایا: ﴿تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم﴾ ''یعنی شب قدر میں فرشتے اور جبرائیل علیہ السلام اترتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے۔'' ﴿من کل امر سلام﴾ ''یعنی ہر امر سے یعنی ہر بھلائی کے ساتھ وہ رات سلامتی والی ہے۔'' ﴿ھی حتی مطلع الفجر﴾ ''یعنی یہ سلسلہ طلوع فجر تک رہتا ہے۔ یعنی فجر کے نکلنے تک فرشتے امت محمدیہ کے لئے سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں۔''

رمضان کے آخری عشرہ میں رات کو تلاش کیا جائے۔ زیادہ باوثوق ستائیسویں شب ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک تعیین کے ساتھ کوئی رات باوثوق نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اکیسویں شب زیادہ بھروسہ کی ہے۔ بعض نے انتیسویں شب کو قابل وثوق کہا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بھی یہی مسلک تھا۔ حضرت ابوہریرہ اسلمیؓ ستائیسویں شب کے قائل ہیں۔ حضرت ابوذرؓ اور حسن بصریؒ نے پچیسویں شب بتائی ہے۔ حضرت بلالؓ نے آنحضرت a کا ارشاد نقل کیا ہے کہ چوبیسویں رات لیلۃ القدر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ ستائیسویں رات کے قائل ہیں۔ ویسے تو خدا ہی خوب واقف ہے۔ لیکن ستائیسویں شب کے ثبوت میں وہ حدیث بیان کی جاتی ہے جو امام احمدؒ نے اپنی اسناد سے بیان کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا رمضان کے آخری عشرہ میں لوگ اپنے خواب آنحضرت a کے سامنے بیان کرتے تھے۔ اس پر حضور اکرم a نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے خواب ستائیسویں شب کے متعلق متواتر ہیں۔ اس لئے جو شخص شب قدر کی جستجو کرے۔ وہ ستائیسویں رات کو کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ میں نے طاق عددوں پر غور کیا تو سات سے زیادہ لائق اعتماد کسی دوسرے طاق عدد کو نہیں پایا۔ پھر فرمایا آسمان سات ہیں۔ زمین سات ہیں۔ راتیں سات ہیں۔ افلاک سات ہیں۔ سمندر سات ہیں۔ صفا اور مروہ کے درمیان چکر سات ہیں۔ طواف کعبہ کے چکر سات ہیں۔ انسان کی بنیادی تخلیق کے اعضاء سات ہیں۔ اس کے چہرے میں سوراخ سات ہیں۔ قرآن مجید میں ﴿حم﴾ سے شروع ہونے والی سورتیں سات ہیں۔ سورت فاتحہ کی آیات سات ہیں۔ قرآن پڑھنے کے لہجے

سات ہیں۔ سجدہ سات اعضاء سے ہوتا ہے۔ اصحاب کہف سات ہیں۔ جہنم کے دروازے سات ہیں۔ جہنم کے نام سات ہیں۔ جہنم کے درجے سات ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں سات برس رہے۔ بادشاہ نے خواب میں جو گائیں دیکھی تھیں وہ سات تھیں۔ قحط کے سات برس تھے اور ارزانی کے بھی سات روزے رکھو۔ ﴿وسبعة اذا رجعتم﴾ نسبی عورتیں بھی سات ہیں جو حرام ہیں اور سسرالی عورتیں بھی سات ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام سات سال تک تکلیف میں رہے۔ رسول اللہ a بھی سات سال تک تکلیف میں رہے۔ رسول اللہ a نے فرمایا کہ میری امت میں سات طرح کے لوگ شہید ہیں:

(۱)......راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مرنے ولا۔ (۲)......طاعون سے مرنے والا۔ (۳)......سل سے مرنے ولا۔ (۴) ڈوبنے والا۔ (۵)......جل کر مرنے والا۔ (۶)......پیٹ کی بیماری سے مرنے والا۔ (۷)......وضع حمل سے مرنے والی عورت۔

سورت قدر کے شروع سے لفظ سلام تک حروف کی تعداد ستائیس ہے۔ ثابت ہوگیا کہ اکثر چیزیں سات ہیں تو اللہ تعالیٰ ﴿سلام هی حتی مطلع الفجر﴾ فرمایا کر اپنے بندوں کو آگاہ کیا کہ شب قدر ستائیسویں رات ہے۔ اس سے ہم جان گئے کہ شب قدر ستائیس تاریخ کو ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

اب رہا یہ سوال کہ شب قدر قطعی تعین کے ساتھ کیوں نہیں بتائی گئی۔ تو علما لکھتے ہیں کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ لوگ کہیں یہ خیال نہ کر بیٹھیں کہ ہزار مہینے سے افضل رات میں ہم نے عبادت کر لی ہے۔ اب ہمیں مزید عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس طرح عمل چھوڑ کر کہیں برباد نہ ہو جائیں۔ شب قدر کے تعین کی اطلاع نہ دینے کی وجہ وہی ہے جو وقت موت کی اطلاع نہ دینے کی ہے۔ تا کہ اپنی موت کا وقت جاننے والا یہ نہ کہنے لگے کہ ابھی تو میری عمر طویل ہے۔ موت قریب آئے گی تو عمل کر لوں گا۔ جس طرح اس حکمت کے تحت موت کے وقت کو پوشیدہ رکھا۔ اسی طرح خاص حکمت کے تحت شب قدر کی تعین کو پوشیدہ رکھا۔ ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں چھپا رکھا ہے۔ اپنی رضا مندی کو بندہ کی اطاعت میں۔ اپنے غضب کو بندہ کی نافرمانیوں میں۔ صلوٰۃ وسطیٰ کو دوسری نمازوں میں۔ اپنے اولیا کو مخلوق میں۔ شب قدر کو ماہ رمضان میں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام حکم خداوندی سے سدرۃ المنتہیٰ سے ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ زمین پر اترتے ہیں جن کے ہاتھ میں نور کے جھنڈے ہوتے ہیں۔ فرشتے ان جھنڈوں کو چار جگہ گاڑ دیتے ہیں:

(۱)......کعبۃ اللہ کے پاس (۲)......روضہ رسول a کے پاس
(۳)......بیت المقدس کے پاس (۴)......طور سینا کے پاس۔

پھر جبرائیل امین فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ ساری زمین پر پھیل جاؤ۔ فرشتے ساری زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ ہر گھر، ہر محلہ، ہر شہر، الغرض کوئی جگہ ایسی نہیں بچتی جہاں کوئی مومن مرد یا عورت ہو اور فرشتے وہاں داخل نہ ہوں۔ سوائے اس کے کہ جس گھر میں کتا، سور، تصویر اور وہ جب موجود ہو جس کی جنابت زنا سے ہوئی ہو۔ وہاں

فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ یہ تمام فرشتے اللہ کی تسبیح وتقدیس اور امت محمدیہ a کے لئے استغفار کرتے ہیں اور فجر کے وقت آسمان کی طرف واپس ہوجاتے ہیں۔ آسمان دنیا پر رہنے والے فرشتے ان کا استقبال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ کہاں سے آئے؟ جانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ ہم دنیا سے آئے۔ کیونکہ رات امت محمدیہ a کے لئے شب قدر تھی۔ آسمان دینا کے فرشتے پوچھتے ہیں کہ اللہ نے ان کی حاجتوں کے متعلق کیا حکم فرمایا؟ جبرائیل امین جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اچھے عمل کرنے والے والوں کو بخش دیا ہے اور بدکاروں کے لئے نیکوں کی شفاعت قبول فرمائی۔ یہ سن کر آسمان دنیا کے فرشتوں کی آوازیں تسبیح وتقدیس اور اللہ کی تعریف میں بلند ہوجاتی ہیں۔ تاکہ اللہ نے جو اس امت کو مغفرت اور خوشنودی سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا شکریہ ادا کریں۔ پھر آسمان دینا کے فرشتے ان فرشتوں کو رخصت کرکے دوسرے آسمان تک جاتے ہیں اور اسی قسم کی گفتگو ساتویں آسمان تک جاری رہتی ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں آسمان والو لوٹ جاؤ۔ ہر آسمان کے فرشتے اپنی اپنی جگہ واپس آجاتے ہیں اور سدرۃ المنتہیٰ کے رہنے والے سدرہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ سدرہ پر رہنے والے دوسرے فرشتے آنے والوں سے پوچھتے ہیں تم کہاں تھے۔ آنے والے وہی جواب دیتے ہیں جو آسمان دنیا کے ملائکہ کو دیا تھا۔ سدرہ کے فرشتے اللہ کی تسبیح وتقدیس کی آوازیں بلند کرتے ہیں۔ جنت الماوٰی پھر جنت النعیم، پھر جنت عدن، پھر جنت فردوس، پھر رحمٰن کا عرش سنتا ہے اور عرش خداوندی اس شکریہ میں اللہ کی تسبیح وتحلیل اور تعریف کی آواز بلند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے عرش! تو نے آواز کیوں اونچی کی؟ عرش کہتا ہے یاالٰہی مجھے اطلاع ملی ہے تو نے آج رات امت محمدیہ a کے نیک لوگوں کی مغفرت فرمادی ہے اور گناہگاروں کے حق میں نیکوں کی شفاعت قبول فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے عرش تو نے سچ کہا امت محمدیہ a کے لئے تو میرے ہاں وہ اعزاز ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ شب قدر میں جبرائیل امین جب دینا میں آتے ہیں تو جس کسی مومن کو عبادت میں مشغول پاتے ہیں۔ اس کو سلام کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں۔ اس کی علامت یہ بتائی گئی کہ اس شخص کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص شب قدر کی خیر وبرکت سے محروم رہا۔ وہ بالکل ہی محروم وبدنصیب ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آنحضرت a سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں؟ آپ a نے ارشاد فرمایا عائشہ یہ دعا کرو:

﴿اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی﴾ ترجمہ ”یااللہ! آپ بہت معاف کرنے والے اور معافی کو پسند کرتے ہیں۔ میری خطائیں معاف فرمادیجئے۔“

اللہ تعالیٰ اس مبارک رات کی فضیلت ورحمت وبرکت سے تمام مسلمانوں کی خطاؤں سے درگزر فرماکر سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

اصلاح کی فکر!

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ!

سب سے پہلے ہم آپ اللہ تعالیٰ کے اس کرم اور احسان کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہم کو ایک ایسے مقصد کے لئے یہاں جمع ہونے کی توفیق دی جو اللہ کی نگاہ میں دوسرے تمام مقاصد سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہے...... ہمارا یہ مجمع حاضرین کی کثرت تعداد کے لحاظ سے کوئی خاص امتیاز نہیں رکھتا۔ آج کی دنیا میں اس سے بڑی تعداد میں ہر منڈی اور ہر بازار میں انسانوں کی بھیڑ موجود رہتی ہے۔ کھیل تماشوں میں اور سینما، تھیٹر جیسے شیطانی اڈوں میں اس سے بھی بہت زیادہ تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں...... اسی طرح علم وطن اور دولت وثروت یا دنیوی وجاہت کے لحاظ سے بھی ہمارا یہ مجمع کوئی ممتاز مجمع نہیں ہے۔ بلکہ ظاہر بات ہے کہ اس حیثیت سے یہ بہت کم حیثیت مجمع ہے۔

لیکن اس اعتبار سے انشاء اللہ! یہ دنیا کا ایک بہترین مجمع ہے کہ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی بندگی کے تعلق کو صحیح کرنا اور اس کی رضا ورحمت حاصل کرنا ہے۔ ایسا مجمع اگر صرف پھٹے ٹوٹے غریبوں، مسکینوں کا اور بالکل ناتعلیم یافتہ اور پسماندہ قسم کے بندگان خدا کا ہو جب بھی اللہ تعالیٰ کو وہ بہت عزیز ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ اللہ کے فرشتے ایسے مجمعوں اور ایسی مجلسوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔

الغرض سب سے پہلی بات میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کی عظمت کو سمجھیں کہ اس نے ہمارے دلوں کو اس طرف موڑا اور ہمیں اس بہترین مقصد کے لئے جمع ہونے کی توفیق دی۔ اگر اس کی طرف سے یہ توفیق نہ ملتی تو یقیناً ہم اس سعادت سے محروم رہتے۔ میں پھر اپنی اور آپ کی طرف سے قرآن کریم کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں: ’’الحمدللہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ‘‘

رسول اللہ ﷺ جس وقت مبعوث ہوئے اس وقت انسانوں کی اس دنیا میں اس زمانہ اور ماحول کے معیار کے مطابق سب کچھ تھا۔ ہاں اللہ پر ایمان اور اس سے صحیح تعلق رکھنے والے اور اس کی طرف بلانے والے بندے موجود نہیں تھے۔ ایسے بندوں کے وجود سے اس وقت یہ دنیا گویا خالی تھی اور اس وجہ سے گویا یہ پوری دنیا بحر ظلمات بنی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اسی لئے مبعوث ہوئے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے آشنا اور وابستہ کریں اور زندگی کا صحیح طریقہ یعنی دین حق ان کو بتائیں۔ آپ جب نبی کی حیثیت سے اس دنیا میں کھڑے ہوئے اور دین حق یعنی زندگی کے صحیح طریقے کی آپ نے دعوت دینی شروع کی تو اس وقت تنہا آپ ہی اس دین اور اس زندگی کے حامل تھے۔ شروع میں آپ کی دعوت کو ایک ایک دو دو آدمیوں نے قبول کیا اور ہدایت کا کام بہت سست رفتاری سے چلا۔ اسی حال میں تقریباً تیرہ سال آپ مکہ معظمہ میں رہے۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں کی زمین دین حق کی دعوت کے لئے زیادہ تیار اور سازگار تھی۔ تھوڑی ہی مدت میں وہاں کی قریب قریب پوری آبادی نے دین حق قبول کرلیا۔ اس وقت دنیا کے بحر ظلمات میں مدینہ طیبہ نور اور ہدایت کا گویا ایک جزیرہ اور مرکز تھا۔

آپ کی دعوت اور تعلیم وتربیت کے نتیجے میں مدینہ طیبہ کی قریب قریب پوری آبادی آپ کے رنگ میں رنگ گئی۔ اس وقت مدینہ طیبہ اس طرز زندگی کا پورا نمونہ تھا۔ جس کی دعوت رسول اللہ a دیتے تھے اور جو خود آپ کی زندگی تھی۔ اس زندگی کا اگر تجزیہ اور تحلیل کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کے چار بنیادی امتیازات تھے:

۱...... ایک اللہ کی ذات وصفات پر اور رسول اللہ a کی بتائی ہوئی تمام غیبی حقیقتوں پر کامل یقین ایسا یقین جو اللہ سے کبھی غافل نہ ہونے دے۔ ۲...... دوسرے اس بات کا یقین کہ ہر قسم کی فلاح وسعادت اللہ اور رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے اور اس بناء پر پوری اطاعت اور فرمانبرداری اور معصیتوں سے پرہیز۔ ۳...... تیسری چیز دنیا کی ساری فکروں کے مقابلے میں آخرت کی فکر کا غلبہ اور اس کی وجہ سے تنہائیوں میں بھی اللہ کے حضور میں رونا۔ ۴...... چوتھے اس بات کی فکر کہ یہ ایمان اور ایمان والی زندگی جس کی دعوت رسول اللہ a دیتے ہیں اور جس کی توفیق ہم کو مل گئی ہے۔ ساری دنیا میں پھیل جائے اور سارے انسان اس سعادت کو اپنا کے اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح کرلیں اور پھر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فضل کے مستحق ہو جائیں۔

یہ چار باتیں وہ تھیں جو خود رسول اللہ a کی ذات پاک میں بدرجہ کمال موجود تھیں اور آپ کی دعوت اور تعلیم وتربیت کے نتیجے میں آپ a کے عام صحابہ کرام فرق مراتب کے باوجود ان صفات اور امتیازات کے حامل تھے۔ گویا اس وقت مدینہ طیبہ ایک ایسی بستی تھی جس کے ہر شخص کا یہ حال تھا کہ اس کو اللہ کی ذات وصفات پر اور دوسری ایمانی حقیقتوں پر ایسا یقین تھا جو اس کی پوری زندگی پر حاوی تھا۔ آخرت کی فکر دوسری تمام فکروں پر غالب تھی اور جو ان کو رات کے اندھیروں میں بھی رلاتی تھی، نفس کے تقاضوں کے مقابلے میں اللہ ورسول کے احکام پر چلنا ان کا شعار تھا۔ عام انسانوں کی ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معاملے کے صحیح ہونے کا مسئلہ ان کے نزدیک اپنے تمام دنیوی مسئلوں سے مقدم اور اہم تھا۔

یہی تھی وہ زندگی جو رسول اللہ a لے کر آئے تھے اور اس زندگی کی حامل امت کا تیار کرنا آپ کا وہ خاص کام تھا جس کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا۔ اس زندگی کی دو خاصیتیں تھیں، ایک یہ کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دنیا کی جو طاقت سرکشی اور استکبار کے ساتھ اس زندگی سے ٹکرائی اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور پھر اس زندگی کی حامل امت کے قدموں میں ڈال دیا۔ پہلے اللہ کی اس نصرت کا ظہور عرب میں ہوا اور فتح مکہ پر گویا اس کی تکمیل ہوگئی۔ بعد میں روم اور فارس کی حکومتوں کے ساتھ یہی ہوا اور یہ دونوں حکومتیں اس امت کے قدموں کے نیچے آگئیں۔ بہرحال ایک خصوصیت اس زندگی کی یہ تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے اور قیامت تک کے لئے یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور گویا ازلی ابدی آسمانی منشور ہے: ”انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد “ یعنی ایمان اور ایمانی زندگی کے داعی اپنے رسولوں کی اور ان کی راہ چلنے والے اہل ایمان کی ہم مدد اور حمایت کریں گے۔ اس دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس دن بھی جب کہ خداوندی عدالت قائم ہوگی اور اس میں گواہ پیش ہوں گے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے: ”وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین “ یعنی تمہارے دشمنوں اور مخالفوں

کے مقابلے میں تم کو بالا اور برتر رکھا جائے گا۔ بشرطیکہ تم ایمان کی راہ پر قائم رہو گے۔ دوسری خصوصیت اس ایمانی زندگی کی یہ ہے کہ اس میں اللہ نے ایک خاص کشش اور تاثیر بلکہ تسخیر کی طاقت رکھی ہے جو شخص اس زندگی کو صحیح صورت میں دیکھے گا اور اس کا تجربہ کرے گا وہ اس سے ضرور متاثر ہوگا اور اس کا گرویدہ ہو جائے گا۔

صحابہ کرامؓ جن ملکوں میں گئے اور جن قوموں نے انہیں دیکھا اور ان کی مؤمنانہ اور خدا پرستانہ زندگی کا تجربہ و مشاہدہ کیا وہ اس کی گرویدہ ہو گئیں اور بہت تھوڑی مدت میں وہ پورے ملک کے ملک دار الاسلام بن گئے۔ یہ شام، یہ عراق، یہ مصر، یہ ایران، یہ سب وہی تو ہیں جنہوں نے شروع میں اسلام کا سخت مقابلہ کیا تھا۔ اب سے کچھ دنوں پہلے تک فتوح الشام اور فتوح العجم وغیرہ کتابیں مسلمانوں میں عام طور سے پڑھی جاتی تھیں۔ آپ میں سے بہت سوں نے یہ کتابیں پڑھی یا سنی ہوں گی اور آپ کو یاد ہوگا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں یہ ملک اور ان کے بسنے والے اسلام کے کیسے سخت دشمن تھے۔ لیکن ان ملکوں پر مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہونے کے بعد جب مسلمان ان ملکوں میں رہے اور یہاں کے رہنے والوں نے ان کو دیکھا، برتا تو انہوں نے عام طور پر ان کے دین اور ان کے طریق زندگی کو اپنا لیا۔

بہت سے لوگ ناواقفیت سے یہ سمجھتے ہوں گے کہ یہ ملک جب فتح ہو گئے تو یہاں کے لوگوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں شکست کھا جانے کی وجہ سے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا۔ ایسا سمجھنا تاریخ سے ناواقفی اور جہالت کے علاوہ حماقت بھی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جنگ کے نتیجے میں جو قوم غالب آ جاتی ہے مغلوب اور مفتوح قوم کے دل میں اس کی نفرت پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ شام وعراق اور ایران کے لوگوں نے مفتوح ہونے کے بعد صرف شکست کھا جانے کی وجہ سے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اسلام کو اختیار کیا ہو اور دین کے بارے میں جبر کرنا خود اسلام کے اصولوں کے خلاف تھا۔ قرآن مجید میں پوری صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ ’’لا اکراہ فی الدین‘‘ ﴿کہ دین کے معاملے میں جبر و اکراہ کا کوئی جواز نہیں۔﴾ بلکہ قرآن پاک اور رسول اللہ a کی تعلیم تھی کہ جو آدمی اپنے کو مسلمان کہے اور اس کے دل نے پوری طرح اسلام قبول نہ کیا ہو وہ منافق ہے اور بدترین قسم کا کافر ہے۔ ایسی صورت میں یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ رسول اللہ a کے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ لالچ اور زبردستی سے کسی سے کلمہ پڑھواتے۔ بلکہ ہوتا یہ تھا کہ جو شہر یا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آجاتا تھا اسلامی فوجیں اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتی تھیں اور وہاں امن وغیرہ قائم رکھنے کے لئے کوئی چھوٹا سا دستہ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جس کی حیثیت پولیس کے دستے کی ہوتی تھی اور عوام کے باہمی جھگڑوں کے فیصلے کرنے اور اس طرح کی دوسری حکومتی خدمتیں انجام دینے کے لئے کسی کو شہر کا والی یعنی حاکم اور قاضی مقرر کر دیا جاتا تھا۔ وہ سب لوگ شہر سے باہر وہاں کے عوام سے الگ تھلگ اس طرح نہیں رہا کرتے تھے جس طرح ہمارے ملک میں انگریزی دور حکومت میں انگریز حکام آبادیوں سے الگ رہا کرتے تھے۔ بلکہ یہ اپنے آپ کو عوام کی خدمت اور ان کی دیکھ بھال کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ اس لئے ان سے رابطہ رکھتے تھے اور عوام کے ہر طبقے کے لوگ ان کی زندگی کھلی کتاب کی طرح دیکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ فاتح قوموں کے سپاہی کیسے فرعون اور بد اطوار ہوتے ہیں۔ لیکن وہ

ان مسلمانوں کو دیکھتے تھے کہ ان میں کا ہر شخص راہبوں اور درویشوں سے زیادہ پاک باز اور خدا ترس ہے۔ اس کے ساتھ یہ مسلمان انتہائی دل سوزی اور سچی دردمندی کے ساتھ ان کو دعوت دیتے تھے کہ وہ ایمانی زندگی کے اس طریقے کو اپنالیں جس کو اللہ کے سارے پیغمبر لے کر آئے تھے اور سب سے آخر میں مکمل شکل میں اس کو حضرت محمد a لے کر آئے ہیں اور اس طرح خدا سے براہ راست اپنا رشتہ جوڑ کے اس کی رحمت اور جنت کے مستحق ہو جائیں۔ ان مسلمانوں کا حال اور ان کی زندگی اس کی گواہی دیتی تھی کہ یہ سچے اور مخلص بندے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں بالکل سچائی اور دردمندی سے کہہ رہے ہیں۔ اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ وہ لوگ اکا دکا نہیں بلکہ اجتماعی طور پر اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرتے تھے اور اس طرح علاقے کے علاقے اور قوموں کی قومیں اسلام میں داخل ہوتی تھیں اور ''یدخلون فی دین اللہ افواجا'' کا منظر سامنے آتا تھا۔ یہ ملک بہت تھوڑی مدت میں دارالکفر سے دارالاسلام بنے۔

رسول اللہ a کی وفات سے تقریباً ۹۰ برس کے بعد جب کہ صحابہ کا نہیں بلکہ ان کے فیض یافتہ تابعین کا زمانہ تھا۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے دور میں افریقہ کے ایک علاقے کے عام لوگوں نے اسلام کو اس طرح قبول کیا کہ وہاں کے مسلمان حاکم کو اس میں شبہ ہوا کہ یہ لوگ واقعتاً دل کی رغبت اور شرح صدر کے ساتھ اسلام قبول کر رہے ہیں یا حکومت کا مذہب ہونے کی وجہ سے دنیوی نفع اٹھانے کے لئے اپنے اسلام کا اعلان کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ اس علاقے کے سارے لوگ بڑی تیز رفتاری سے اسلام قبول کر رہے ہیں اور حکومتی کاروبار پر اس کا خاص اثر یہ پڑے گا کہ جزیہ کے مد کی آمدنی بالکل ختم ہو جائے گی۔ اس لئے یہ مسئلہ غور طلب ہے۔ اگر آپ کی رائے ہو تو یہ قانون بنا دیا جائے کہ سرکاری طور پر صرف ان ہی لوگوں کو مسلمان تسلیم کیا جائے گا جو فلاں فلاں طریقوں سے اپنا سچا اور مخلص مسلمان ہونا ثابت کر دیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو اس کا جواب دیا تھا وہ تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے اپنے اس جواب میں انہوں نے اسلام اور اسلامی حکومت کا نصب العین کتنے محکم اور اچھے انداز میں واضح کیا۔ انہوں نے افریقہ کے اپنے اس والی یعنی گورنر کو اس کے خط کے جواب میں لکھا: ''ویحک ان محمد a انما بعث هادیا ولم یبعث جابیاً''

اس مختصر سے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا برا ہو، تمہارے سوچنے کا ڈھنگ کتنا غلط ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے ہمارا کام حضرت محمد a کے مشن کو پورا کرنا ہے اور آپ a کی ہدایت کا اور اللہ کے بندوں کو دین کی طرف بلانے کا مشن لے آئے تھے۔ ٹیکس وصول کر کے خزانے بھرنے نہیں آئے تھے۔ اس لئے اگر اللہ کے بندے اللہ کا دین قبول کر رہے ہیں تو شکر ادا کرو اور خوش آمدید کہو۔ ٹیکس اور جزیہ کی اور حکومت کے مالیہ کی کوئی فکر نہ کرو۔

اس واقعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تابعین کے زمانے تک جب کہ مسلمانوں پر رسول اللہ a کی زندگی غالب تھی اور عام طور سے لوگ اس کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے تو اللہ کے بندوں کے دل کس طرح ان کی طرف کھنچتے تھے اور وہ اسلام کے کیسے گرویدہ ہوتے تھے۔ رسول اللہ a جو زندگی لے کر آئے اور جس کی دعوت دیتے تھے اور جو صحابہ کرامؓ نے آپ سے حاصل کی تھی اور اسی زندگی کا نام دراصل اسلام ہے۔ اس کی دو خاصیتیں

تھیں۔ایک یہ کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت تھی اور غیبی لشکروں سے اس کی مدد کی جاتی تھی اور دوسری یہ کہ انسانی قلوب اور انسانی فطرت کے لئے اس میں کشش تھی اور سخت سے سخت دشمن بھی تعصب سے خالی ہو کر جب اس کو دیکھتے تھے تو اس کے گرویدہ ہو کر اس کو اپنانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔لیکن یہ خاصیتیں اسلام کے نام میں نہیں بلکہ اس زندگی میں تھیں جس کا نام اسلام تھا۔جس طرح شکر کی مٹھاس شکر کے نام میں نہیں ہے۔بلکہ اس چیز میں ہے جس کا نام شکر ہے۔

میرے دینی بھائیو!جس طرح پانی کی ٹھنڈک اور آگ کی گرمی اور سورج کی روشنی دائمی خاصیتیں ہیں۔ اسی طرح اسلام کی یہ دونوں خاصیتیں بھی دائمی اور ابدی خاصیتیں ہیں۔لیکن یہ اجتماعی اسلام کی خاصیتیں ہیں جب دنیا میں کوئی امت اسلام کی حامل ہوگی تو یقیناً اس کے ساتھ اللہ کی نصرت وحمایت ہوگی اور اس کے مسائل ومشکلات میں غیب سے اس کی مدد کی جائے گی اور دنیا کی جو قومیں اس امت کو دیکھیں اور برتیں گی وہ یقیناً اس کی گرویدہ اور معتقد ہوں گی۔آج صورت یہ ہے کہ مسلمان کہلانے والی امت دنیا میں بہت بڑی تعداد میں موجود ہے۔لیکن حالت یہ ہے کہ دنیا میں ان کا کوئی وزن نہیں۔میں یہ بات ہندوستان ہی کے لئے نہیں کہہ رہا ہوں۔جہاں ہم اقلیت میں ہیں اور حکومتی اقتدار ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ میں ان سب ملکوں کو بھی سامنے رکھ کر کہہ رہا ہوں جو آج اسلام ممالک کہلاتے ہیں اور جن میں اقتدار مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں ہے۔یہ واقعہ ہے کہ دنیا کی میزان میں آج ان کا کوئی وزن نہیں ہے۔ان میں سے ہر ایک کو امریکہ یا روس کی سرپرستی اور امداد کی ضرورت ہے۔یہ خدا کی نصرت وحمایت سے محرومی نہیں تو اور کیا ہے؟یہ صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ بڑی تعداد میں مسلمان کہلانے والے تو موجود ہیں لیکن دنیا میں ایسی امت موجود نہیں جس کی زندگی رسول اللہ a والی زندگی ہو۔بے شک اس گئی گزری حالت میں بھی صحیح اسلامی زندگی کے حامل افراد موجود ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ یقیناً وہ سب کچھ عطا فرمائے گا جو نیک صالح افراد کے لئے اللہ کا وعدہ ہے۔لیکن اسلامی زندگی کی جن خاصیتوں کا میں نے ذکر کیا وہ انفرادی زندگی کی نہیں بلکہ اجتماعی زندگی کی خاصیتیں ہیں۔

اب ہمارے آپ کے اور سب مسلمانوں کے لئے دو راستے ہیں۔ایک یہ کہ جس روپر ہم چل رہے ہیں اسی پر چلتے رہیں اور اس کے نتیجے میں اللہ سے اور اس کے دین سے اور زیادہ دور ہوتے چلے جائیں اور پھر خدانہ کرے ہمارا وہ حشر ہو جو قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا بیان کیا گیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی نعمت سے نوازا اور دنیا میں بھی عزت اور سربلندی عطاء فرمائی لیکن جب انہوں نے اپنے نبیوں کا راستہ چھوڑ کر نفس پرستی اور خدا فراموشی کا طریقہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی دی ہوئی ساری نعمتیں ان سے چھین لیں اور پھر اس حد تک ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا کہ ان میں سے بہت سوں کو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:’’وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبدالطاغوت ‘‘اور سورۂ بنی اسرائیل کے شروع میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے نافرمانی اور خدا فراموشی کا طریقہ اختیار کیا اور وہ اس میں حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے نہایت بے رحم اور جلادصفت دشمنوں کو ان پر مسلط کیا پھر انہوں نے بنی اسرائیل

کو بری طرح تباہ و برباد کر دیا۔ جس کی تفصیل بنی اسرائیل کی تاریخ میں اس قدر لرزہ خیز بیان کی گئی ہے کہ آج بھی اسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

میرے بھائیو! خدا کا کسی قسم سے اور کسی نسل سے رشتہ نہیں ہے۔ اس کا قانون بڑا بے لاگ ہے۔ نوح علیہ السلام اس کے پیغمبر تھے۔ لیکن ان کے بیٹے نے جب کفر کی راہ اختیار کی تو اس وقت کے دوسرے کافروں کے ساتھ وہ بھی خدا کے غضب کا شکار ہوا اور جب نوح علیہ السلام نے ایک غلط فہمی کی بناء پر اس کے حق میں کچھ عرض کیا تو بڑے جلال کے ساتھ ان سے فرمایا گیا۔ ’’انه لیس من اهلک، انه عمل غیر صالح، فلا تسئلنی مالیس لک به علم، انی اعظک ان تکون من الجاهلین ‘‘ ﴿یعنی تمہارا بیٹا بدکار ہے اس لئے وہ ہمارے قانون کے مطابق تمہارے لوگوں میں سے نہیں ہے۔ ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ نادانی کی بات نہ کرو۔﴾

میرے بھائیو اور دوستو! سوچو اور سمجھو! یہ ہے اللہ کی شان اور یہ ہے اس کا جلال۔ میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ اللہ کا قانون بڑا بے لاگ ہے۔ ہمیں ڈرنا چاہئے اگر مسلمان قوم یا اس کی غالب اکثریت رسول اللہ a والی زندگی سے اسی طرح دور ہوتی گئی جس طرح بنی اسرائیل اپنے پیغمبروں کی لائی ہوئی زندگی سے دور ہوتے چلے گئے تو ہمارا بھی وہی انجام نہ ہو جو بنی اسرائیل کا ہو چکا ہے۔ میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ ہم مسلمانوں کے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم اپنی دینی اصلاح کی فکر نہ کریں، اور زندگی کی گاڑی جس طرح چل رہی ہے اس کو اسی طرح چلنے دیں۔ اس کے متعلق مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں آپ سے صاف صاف کہہ چکا اور میرا کہنا یا نہ کہنا کیا چیز ہے۔ اپنے اس طرز عمل کا نتیجہ تو ہم صدیوں سے بھگت رہے ہیں۔ اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم اصلاح کی فکر کریں۔ اللہ کی طرف پلٹیں اور رسول اللہ a کی لائی ہوئی زندگی کو اپنی زندگی بنائیں اور اس کو امت کی اجتماعی زندگی بنانے کی فکر و کوشش کریں۔ پھر دنیا اور آخرت میں اللہ کی نصرت و رحمت کے مستحق بنیں اور پھر ’’یدخلون فی دین الله افواجا‘‘ کا منظر قائم ہو۔

شیطان کا یہ بہت بڑا فریب ہے کہ جب یہ بات سامنے آتی ہے تو وہ ہمارے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ تو اس زمانے میں ناممکن ہے۔ حالانکہ یہ محض اس دشمن خدا کا فریب ہے۔ آپ خدارا سوچئے کیوں ناممکن ہے۔ کیا خدا کی ذات و صفات اور دوسری ایمانیات پر یقین حاصل ہونا ناممکن ہے؟ کیا آخرت کی فکر کا دنیا کی دوسری فکروں پر غالب ہو جانا ناممکن ہے؟ کیا خدا کے حکموں پر چلنا اور گناہوں سے بچنا ناممکن ہے؟ کیا ان باتوں کو اللہ کے دوسرے بندوں میں عام کرنے کی کوشش کرنا ناممکن ہے؟ کیا انسانوں میں اچھی باتوں کے قبول کرنے کی صلاحیت بالکل نہیں رہی اور پیغمبروں کے لائے ہوئے راستے پر چلنا کیا اب قانوناً جرم ہو گیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی بات نہیں ہے۔ صرف شیطان کا اور اپنے نفس کا فریب ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اس بارے میں اپنے ذہنوں کو صاف کریں اور جس طرح اپنے دنیوی کاموں کے سلسلے میں عزم کے ساتھ فیصلہ کر کے کام شروع کر دیتے ہیں اسی طرح اپنی پچھلی کوتاہیوں سے اللہ کے حضور میں توبہ اور استغفار کر کے آئندہ کے لئے رسول اللہ a سے غائبانہ بیعت کی تجدید کریں اور آپ کے طریقے پر چلنے اور اسی پر چلتے ہوئے جینے اور مرنے کا عہد کریں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ قبول فرمانے

اور مغفرت فرمانے کا وعدہ!

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ!

آج کل اعمال صالحہ کی طرف سے بہت غفلت ہے اور گناہوں کی طرف رغبت زیادہ ہے۔ ورع اور تقویٰ کی جانب توجہ بہت کم ہے۔ جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی گناہوں میں مبتلا ہیں اور ہر ایک نے اپنی مرضی سے تھوڑی بہت دینداری اختیار کر رکھی ہے۔ جس نے جتنا دین اپنا رکھا ہے اسی کو کافی سمجھے ہوئے ہے اور باقی دین میں جو شریعت کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں۔ ان سے بچنے کا بالکل اہتمام نہیں اور لاکھوں افراد ایسے ہیں۔ جو اپنے دعویٰ میں مسلمان ہیں۔ لیکن گناہوں کو ترک کرنے اور توبہ واستغفار کی طرف متوجہ ہونے کا کبھی تصور بھی نہیں کرتے۔ بلکہ ان میں بہت سے افراد ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اتنے گناہ کر لئے ہیں۔ اب کیا توبہ قبول ہوگی۔ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ ہر وقت رجوع الی اللہ کرتا رہے۔ ذیل میں قرآن مجید کی وہ آیات ذکر کی جارہی ہیں جن میں توبہ واستغفار کا حکم ہے اور توبہ قبول فرمانے کا وعدہ ہے اور توبہ کے لوازم اور منافع وفوائد کا بیان ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

ترجمہ:...... ''اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت قبول فرماتا ہے۔ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔ (سورۃ شوریٰ)''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ: ترجمہ:...... ''آپ میری طرف سے فرمادیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہوجاؤ۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ بے شک وہ غفور الرحیم ہے اور رجوع ہوجاؤ اپنے رب کی طرف اور جھک جاؤ اس کی بارگاہ میں اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آجائے۔ پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔''

یہ آیت کریمہ اہل ایمان کے لئے بہت بڑی ڈھارس ہے اور اس میں مومنین کو حکم دیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ کروڑوں گناہ بھی اللہ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم وکریم ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔ مشرک اور کافر کے علاوہ سب کی مغفرت فرمادے گا۔ جس قدر بھی گناہ سرزد ہوجائیں۔ اس کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہوں اور برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں۔ توبہ بار بار ٹوٹتی رہے۔ پھر بھی برابر توبہ میں لگے رہیں۔ کسی دن انشاءاللہ پکی توبہ بھی نصیب ہوجائے گی۔

صغیرہ گناہوں کی مغفرت اور ان کا کفارہ تو اعمال صالحہ سے بھی ہوتا رہتا ہے۔ لیکن کبیرہ گناہوں کی یقینی طور پر مغفرت ہوجانا توبہ کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر توبہ نہ کی اور اسی طرح موت آگئی تو بشرط ایمان مغفرت تو پھر بھی

ہوجائے گی۔لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ بلاعذاب کے مغفرت ہوجائے۔اللہ تعالیٰ یوں بھی مغفرت فرمادے۔۔پھر عذاب کے ذریعہ پاک وصاف کرکے جنت میں بھیجے۔چونکہ عذاب کا خطرہ بھی لگا ہوا ہے۔اس لئے ہمیشہ پکی توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت کی امید رکھیں۔اس کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہوں۔تاکہ اس حال میں موت آئے کہ توبہ کے ذریعہ سب کچھ معاف ہوچکا ہو۔بعض لوگ اپنی نادانی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم عذاب بھگت لیں گے۔انہیں معلوم نہیں ہے کہ دوزخ کیا چیز ہے؟۔حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اتنی زیادہ ہے کہ دنیا کی آگ کی گرمی کو ستر مرتبہ اکٹھا کرلیا جائے تب دوزخ کی آگ کے برابر ہوگی۔

ہم دنیا کی آگ ایک منٹ بھی ہاتھ میں نہیں لے سکتے۔پھراتنی سخت گرمی والی آخرت کی آگ کا عذاب بھگتنے کو کیسے تیار ہوجاتے ہیں۔کیا گناہ کے ذریعہ جو ذرا سی لذت محسوس ہوتی ہے۔اس کو اتنے بڑے عذاب کے مقابلہ میں چھوڑنے کے لئے نفس کو آمادہ نہیں کرسکتے اور توبہ کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مغفرتوں کی خوشخبری سن کر گناہوں پر جرأت کرنا اور اس گھمنڈ میں گناہ کرتے چلا جانا کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلیں گے۔بہت بڑی نادانی ہے۔کیونکہ آئندہ کا حال معلوم نہیں۔کیا پتہ توبہ سے پہلے موت آجائے۔پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ موت سے پہلے توبہ واستغفار کی دولت ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے کا دھیان رکھتے ہیں اور کبھی کبھار گناہ ہوجاتا ہے تو توبہ کرلیتے ہیں اور جو لوگ مغفرت کی خوشخبریوں کو سامنے رکھ کر گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں ان کو توبہ واستغفار کا خیال تک نہیں آتا۔

وفادار بندوں کا یہ شعار نہیں کہ مغفرت کو وعدہ سن کر بے خوف ہوجائیں۔بلکہ مغفرتوں کی بشارتوں کے بعد اور زیادہ گناہ سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

حضور اقدس a سے بڑھ کر کسی کے لئے بشارتیں نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی سب کچھ چھوٹی موٹی لغزشوں کی مغفرت فرمادی جس کا اعلان سورۃ الفتح کے شروع میں فرمادیا۔اس کے باوجود آپ a راتوں کو اٹھ کر نمازیں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے آپ a کے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا۔جب کسی نے عرض کیا کہ آپ a عبادت میں اتنی محنت فرماتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ a کا سب کچھ اگلا پچھلا لغزشوں والا جو کچھ عمل ہوگا معاف فرمادیا تو آپ a نے ارشاد فرمایا کہ:’’کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں‘‘

مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اتنی بڑی مہربانی فرمائی کہ میرا سب کچھ معاف فرمادیا تو اس کی شکرگزاری کا تقاضا یہ ہے کہ میں مزید اطاعت اور عبادت کے ذریعے اللہ کے قرب میں ترقی کرتا چلا جاؤں۔

کتنے ہی صحابہ کرامؓ ایسے تھے جن کو حضور اقدس a نے اسی دنیا میں خوشخبری دے دی تھی کہ وہ جنتی ہیں۔عشرہ مبشرہ (دس جنتی) تو مشہور ہی ہیں۔عموماً ان کو سب جانتے ہیں اور غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے حضرات کو اللہ جل شانہ کی طرف سے حضور اقدس a نے یہ خوشخبری دی کہ:’’یعنی تم جو چاہے کرو میں نے تم کو بخش دیا۔‘‘

ان حضرات کے علاوہ اور بھی چند صحابہؓ ہیں جن کو حضور اقدس a نے جنت کی بشارت دی۔لیکن ان حضرات نے اس کا اثر یہ بالکل نہیں لیا کہ گناہ کرتے چلے جائیں اور فرائض کو ضائع کرتے رہیں۔بلکہ یہ حضرات

برابر گناہوں سے پرہیز کرتے رہتے تھے اور نیکیوں میں ترقی کے لئے کوشاں رہتے تھے اور معمولی سا گناہ ہو جانے پر فکر مند ہو جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ ہم کو انہی حضرات کا اتباع کرنا لازم ہے۔

توبہ و استغفار کے دنیاوی منافع

ترجمہ:...... ''اور یہ کہ تم لوگ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو۔ پھر اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ تم کو وقت مقرر تک خوش عیش زندگی بخشے گا اور زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔''

اس آیت میں استغفار اور توبہ کا حکم ہے اور یہ فرمایا ہے کہ توبہ و استغفار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں خوش عیش رکھے گا اور اچھی عمدہ زندگی نصیب فرمائے گا اور آخرت میں ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔

ترجمہ:...... ''پس میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو۔ بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغات بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری فرمادے گا۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے جو اپنی قوم کو خطاب فرمایا تھا۔ آیات بالا میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ استغفار اور توبہ سے جہاں گناہوں کی معافی کا عظیم فائدہ ہے جو آخرت کے عذاب سے بچانے والا ہے۔ وہاں اس کے دنیاوی فائدے بھی ہیں۔ سورۂ ہود کے پہلے رکوع میں ارشاد فرمایا کہ استغفار اور توبہ میں لگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شانہ وقت مقرر تک یعنی دنیا میں موت آنے تک خوش عیش عمدہ زندگی نصیب فرمائے گا۔ خوش عیش زندگی بہت جامع لفظ ہے۔ یہ متاعاً حسناً کا ترجمہ ہے جو ہر طرح کی خوشی اور مسرت اور شادمانی کو شامل ہے۔ ظاہری، باطنی عافیت وصحت اور اطمینان وسکون استغفار و توبہ کے ذریعہ اسی دنیا میں حاصل ہوتا رہے گا اور اس کے آخرت والے فوائد و برکات اس کے علاوہ ہوں گے۔

قرآن مجید میں خوب واضح طور پر توبہ و استغفار کے دنیاوی فائدے بتائے ہیں۔ عوام وخواص، حاکم اور رعایا سب پر لازم ہے کہ گناہ چھوڑیں اور توبہ و استغفار میں لگیں اور ان کے دنیاوی واخروی فوائد سے مالا مال ہوں۔

رجوع الی اور توبہ کی اہمیت وفضیلت

ترجمہ:...... ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس a نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں۔ میرے بارے میں جو گمان کرے میں ویسا ہی کردوں گا اور میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ پھر حضور a نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اس میں شک نہیں کہ اپنے بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی کا سامان سواری وغیرہ جنگل میں گم ہو جائے اور پھر وہ اس کو پالے۔ (نیز اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ) جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف متوجہ ہو کر پاؤں سے معمولی چال چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے متوجہ ہو جاتا ہوں۔''

عصری تعلیم کے بارہ میں ایک غلط فہمی کا ازالہ!

شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ!

’’قال رسول اللہ a یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین‘‘ حضور a کی اس حدیث مبارکہ کے مطابق کہ ایک گروہ ایسا ہمیشہ رہے گا جو حق کو غالب کرے گا اور دین میں تحریف کرنے والوں کی تحریف کو زائل کرے گا۔ حضور a کی پیشین گوئی کا مصداق یہی گروہ ہے جو شب وروز قرآن وحدیث پر ہمہ جہت محنت کررہا ہے۔ حفظ قرآن کی صورت میں یا فہم قرآن کی شکل میں اور حدیث وفقہ پر محنت کر کے حفاظت دین کا فرض کفایہ ادا کررہا ہے۔ اس لئے یہ ایک طائفہ ضرور رہنا چاہئے۔ ورنہ آئندہ دین کا کام کرنے والی جماعت کہاں سے پیدا ہوگی؟۔

بندہ نے ایک مضمون (دینی مدارس کا بنیادی مقصد اور دینی مدارس میں انگریزی علوم داخل کرنے کے نقصانات) لکھا ہے۔ اس کو پڑھ کر شاید بعض حضرات کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو کہ میں انگریزی کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس کو زائل کرنے کے لئے چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اُمید ہے کہ میرے مؤقف کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ بات یہ ہے کہ ہماری زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک مقصد کے درجہ میں ہے اور دوسرا ضرورت کے درجہ میں۔ ہمارا مقصد حیات دین، حفاظت دین، اشاعت دین اور دین پر عمل ہے۔ اور ہمارا اصل دین قرآن وحدیث ہے۔ لہٰذا قرآن وحدیث کے الفاظ ومعانی کی حفاظت ہمارے ذمہ ہوئی۔ اور الحمدللہ دینی مدارس کا نظام تعلیم اس فرض کفایہ کو خوب اچھی طرح ادا کررہا ہے۔ ان دینی مدارس کا نصاب دو طرح کا ہے۔ ایک کا تعلق علوم آلیہ سے ہے۔ جو قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لئے معاون ہے۔ اور دوسرے کا تعلق علوم عالیہ۔ یعنی قرآن وحدیث اور فقہ ہے۔ یہ نصاب اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کافی وافی ہے۔ ڈیڑھ سو سال سے اس کی افادیت مسلم ہے۔ اس کے پڑھنے والوں نے ہر محاذ پر دین کی حفاظت فرمائی ہے اور ہر باطل نظام کو ناکام کیا ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہ کے علوم سمجھنے کے لئے نہ ہی انگریزی تعلیم کی ضرورت ہے اور نہ علوم عصریہ کی ضرورت ہے اور نہ ہی کمپیوٹر کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ علوم دینیہ حاصل کرنے کے لئے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

ہماری زندگی کا دوسرا پہلو ہماری ضرورت کا ہے۔ جس میں ہمیں علوم عصریہ کی حاجت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ہمارے معاشرے میں انگریزی تعلیم اور انگریزی معاشرہ سرایت کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرہ میں دین داخل کیا جائے۔ ہمارے کاروبار سلطنت کا نظام انگریزی تعلیم پر ہے۔ تو ضرورت ہے کہ اعلیٰ دنیاوی مناصب پر دین دار طبقہ فائز ہو۔ تاکہ معاشرے میں ان کی دین داری کے اثرات ظاہر ہوں۔ اسی طرح معاشی نظام کو ترقی دے کر ملک کو خود کفیل بنانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہماری حکومتیں کسی سے بھیک نہ مانگیں۔ ساری دنیا سمٹ کر ایک خاندان بن چکی ہے۔ ضرورت ہے کہ دین کی تبلیغ واشاعت کی جائے تو ان کے لیے علوم عصریہ کی ضرورت

اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب ضروریات علوم عصریہ کے حصول سے ہی پوری ہوسکتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے علوم عصریہ سیکھے جائیں۔ اب ان علوم عصریہ کے حصول کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ علوم عصریہ کو دینی مدارس میں داخل کیا جائے۔ دوسری یہ کہ علوم عصریہ کے اداروں میں دینی نصاب کو داخل کیا جائے۔ حکومت کا منشاء یہ ہے کہ علوم عصریہ کو دینی مدارس میں داخل کیا جائے۔ بلکہ دینی مدارس پر دباؤ ہے کہ دینی مدارس کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لئے علوم عصریہ پڑھائے جائیں۔ انہوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ عصری مدارس کو دینی دھارے میں ڈھالنے کے لئے ان میں دینی نصاب داخل کیا جائے۔ نہ ہی تنظیمات المدارس پاکستان کی اعلیٰ قیادت کی طرف سے کوئی ایسا پرزور مطالبہ سامنے آیا ہے کہ انہوں نے کہا ہو تعلیمی پالیسی یکساں کرنے کے لئے دینی نصاب کو سکول اور کالج میں داخل کیا جائے۔ چنانچہ دینی مدارس کے ارباب اختیار نے حکومتی پالیسی اپناتے ہوئے مدارس میں انگریزی داخل کرنا شروع کر دی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ کا ایک ملفوظ ہے:...... جو حضرات طلبہ کے لئے انگریزی پڑھانے پر زور دیتے ہیں تو کوئی ان سے پوچھے کہ آپ جو مقتداء اور پیشوا کہلائے یا بنے وہ علم دین لکھنے اور پڑھنے کی بدولت بنے اور اب اسی کی جڑیں کاٹی جارہی ہیں۔ خود تو مزے میں رہے۔ سب کچھ بن گئے۔ دوسروں کی جڑ کاٹی جارہی ہے۔ آخر میں پوچھتا ہوں کہ دینی علوم میں جب کوئی پڑھنے پڑھانے میں مشغول نہ رہے گا تو پھر یہ جماعت علماء کی آئندہ کام کرنے والی کہاں سے پیدا ہوگی۔ (افاضات یومیہ ص۲۷ ج۱)

میرا موقف یہ ہے کہ یہ صورت جو کہ دراصل حکومت کی تجویز ہے۔ دینی مدارس کو حفاظت دین کے مقصد سے ہٹانے کے لئے حکومتی پالیسی ہے۔ اس میں سراسر دین کا نقصان ہے۔ اس لئے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اپنے اداروں کے نصاب میں دینی کتب شامل کر کے عصری اداروں کو جامع بنائے۔ بصورت دیگر اپنے الگ ادارے کھولے جائیں جو عصری تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کو معاشرہ میں داخل کیا جائے جو کہ دعوت دین کا حصہ ہے۔ معاشرہ میں عملی دین داخل کرنے کے لئے تبلیغی جماعت کی محنت قابل تحسین ہے۔ اسی طرح معاشرہ میں علم دین داخل کرنے کی محنت علماء و مدارس کو کرنی چاہئے کہ نصاب میں دین کو داخل کیا جائے۔ لیکن اس کی اجازت ہرگز نہ دی جائے کہ دین میں ترمیم کر کے معاشرہ پر منطبق کیا جائے جو کہ تحریف فی الدین کا پیش خیمہ ہے۔ اگر معاشرہ دین کے مطابق نہیں تو دین میں ترمیم کر کے دین کو معاشرہ کے مطابق کرنا ایسے ہی ہے جیسا کہ ٹوپی سر کے مطابق نہ ہو تو ٹوپی کو برقرار رکھتے ہوئے سر چھیل کر ٹوپی کے برابر کر دیا جائے۔ الحاصل نظریہ ضرورت پر مقصد حیات کو قربان نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا دینی مدارس میں انگریزی عصری تعلیم داخل کر کے (حفاظت دین) کو قربان نہ کیا جائے۔ بلکہ ضرورت کو ضرورت کے درجہ میں رکھا جائے۔ آج تک یہ تو سنا ہوگا کہ ضرورت پڑنے پر غیر مسجد کو توسیع کر کے مسجد میں شامل کر دیا گیا۔ لیکن یہ نہ سنا ہوگا کہ پارک کی توسیع کے لئے مسجد کا صحن پارک میں شامل کر دیا گیا۔

بندہ اس کی ضرورت بہت پہلے سے سمجھتا تھا۔ جب وفاق المدارس کا نصاب تجویز ہو رہا تھا۔ اس وقت

میں نے اصحاب حل وعقد کو ایک تجویز تحریر کی تھی جس کا حاصل یہ تھا کہ نصاب اس طریقہ پر تجویز کیا جائے کہ ہم میدان میں رجال کار بھیج سکیں۔ میدان کو خالی چھوڑنا بھی ہمارے لئے بہت نقصان دہ ہے۔

تجویز

۱...... درجہ رابعہ تک مشترکہ نصاب پڑھایا جائے اور اس میں قرآن مجید کا ترجمہ مکمل پڑھا دیا جائے۔

۲...... اس طرح اس میں تردید فرق باطلہ بھی مختصراً پڑھایا جائے۔

حدیث کی کوئی مختصر کتاب مثلاً مسند امام اعظمؒ، مؤطا امام محمدؒ، مستدلات فقہ حنفیہ یا جو کتاب بھی مناسب معلوم ہو پڑھائی جائے۔

۳...... اساتذہ ان چار سالوں میں عربی، اردو صحیح تحریر کرنے کی مشق کرائیں۔

۵...... عمل میں پختگی اور صالح بنانے کی کوشش کی جائے۔

درجہ رابعہ کے بعد طلباء کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ علوم عصریہ سیکھنا چاہتے ہیں یا علوم دینیہ میں ماہر ہونا چاہتے ہیں:

۱...... جو علوم عصریہ پڑھنا چاہیں۔ ان کو دو سال میں میٹرک کی تیاری کرا کے امتحان دلا دیا جائے۔ اور اس کے بعد ان کو سکول، کالج، اوقاف، وکالت میں آگے بھیجنے کے لئے علوم عصریہ پڑھائے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دینی کتب کا ایک سبق ضرور پڑھایا جائے اور دینیات لازمی قرار دی جائے اور جو تعلیم چھوڑ کر کوئی ذریعہ معاش اپنانا چاہیں ان کو مجبور نہ کیا جائے۔

۲...... جو طلباء اپنی زندگی دین کے تعلیم وتعلم میں لگانا چاہیں۔ ان کو پورا نصاب پڑھایا جائے اور اتنی محنت کی جائے کہ وہ پڑھنے کے بعد یہ نصاب پڑھا بھی سکیں۔ اس طرح ایک طائفہ دین باقی رکھنے کی محنت کرتا رہے گا۔ ساتھ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ ان حضرات اساتذہ کا تکفل اہل مدارس سکول میں جانے والے طلباء کے مطابق کریں۔ تاکہ ان کو بدنی مشقت کے ساتھ ساتھ مالی مشقت نہ برداشت کرنی پڑے۔ اسی طرح دوران تعلیم حوصلہ افزائی کے لئے معتد بہا وظیفہ بھی مقرر کیا جائے۔ چونکہ یہ ایک طالب علم کی رائے تھی۔ اس لئے اس پر غور بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اب جو رائے ہے۔ وہ میں نے اپنے مضمون میں تحریر کر دی ہے۔ ارباب حل وعقد غور کر سکتے ہیں۔

سوال...... راقم الحروف ’’دینی مدارس میں انگریزی تعلیم داخل نہ کی جائے‘‘ کے موضوع پر مضمون لکھ کر جمہور کی مخالفت کیوں مول لے رہا ہے؟۔

جواب ا...... بندہ نے جس ماحول میں دینی تعلیم حاصل کی اس ماحول میں اساتذہ کی طرف سے ذہن سازی کی جاتی تھی کہ انگریزی تعلیم دین کے لئے نقصان دہ ہے۔ اور یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے۔ بلکہ تجربہ اس پر شاہد ہے کہ ایسا نقصان ہو چکا ہے۔ اس کی زندہ مثال جامعہ ملیہ اور جامعہ عباسیہ میں انگریزی تعلیم کو داخل کرنے کی وجہ سے دینی نقصان کا ہونا ہے۔

۲...... نیز یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر قوم کے مزاج کا اس کی زبان میں اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن

تیمیہؒ اپنے رسالہ اقتضاء الصراط المستقیم میں تحریر فرماتے ہیں (ان اعتیاد اللغة مؤثر فی العقل والخلق والدین تاثیراً بیناً) کسی قوم کی زبان کا عادی ہونا اس کی عقل اور اخلاق اور دین میں کھلی ہوئی تاثیر رکھتا ہے۔ اب پہلے انگریز قوم کا مزاج ملاحظہ فرمائیں کہ یہ وہ قوم ہے جس نے مکر و تزویر سے مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومتوں کو تہ و بالا کر دیا۔ مسلمانوں پر ظلم کی انتہاء کر دی۔ علماء کو پھانسی چڑھایا۔ علماء کو خنزیر کی کھالوں میں لپیٹ کر آگ لگائی۔ ان حضرات کو جیلوں میں ٹھونسا۔ انگریز وہ قوم ہے جس نے امرتسر جلیانوالہ باغ میں جلسہ کے تمام شرکاء کو مشین گنوں سے اڑا دیا۔ دین دشمنی میں دینی مدارس کے اوقاف بند کر دیئے۔ بڑے بڑے مدارس کا نصاب تبدیل کرا دیا۔ اور علماء کی باقاعدہ تحقیر و تذلیل اب تک جاری ہے۔ طرح طرح کے الزامات لگا کر علماء کو عوام سے دور کیا جا رہا ہے اور عوام کو علماء سے مختلف طریقوں سے متنفر کیا جاتا ہے۔ کبھی دہشت گرد اور کبھی بنیاد پرست اور کبھی شدت پسند کہہ کر بدنام کیا جاتا ہے۔ اس قوم کا مزاج ہمارے انگریزی خواں طبقہ میں بھی سرایت کر چکا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے اپنے بھائی انگریزی پڑھ کر دینی اداروں کے دشمن بن گئے ہیں اور دینی مدارس کو برداشت نہیں کر رہے۔ یہ لوگ اس قوم کے کارندے بن کر صدر ایوب مرحوم سے لے کر اب تک دینی مدارس پر قبضہ کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس انگریز قوم کی زبان کا اثر لے کر اکثر انگریزی خواں دین دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں اور علماء کو حقیر جانتے ہوئے علماء پر مختلف قسم کے طعن کرتے ہیں۔ مثلاً ٹکڑے خور ملا۔ دینی مدارس کے طالب علم جاہل ہوتے ہیں۔ علماء بنیاد پرست ہیں۔ تنگ نظر ہیں۔ دہشت گرد ہیں۔ اور دہشت گردی کی تربیت دیتے ہیں۔ اس جیسا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اسلام اور علماء کی تحقیر انگریزی زبان کا اثر یا خاصہ ہے۔ جو اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ مگر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو انگریزی خواں ہوتے ہوئے دین کی عظمت لے کر انگریزی کو حقیر جانتے ہیں اور میدان عمل میں اترتے ہیں اور دینداروں سے دین سیکھ لیتے ہیں اور صحبت علماء سے متاثر ہو کر انگریزی کی عظمت دل سے نکال کر علماء دین کی محبت دل میں بٹھا لیتے ہیں۔ وہ انگریزی کے بد اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ ورنہ انگریزی خواں اگر نماز، روزہ کے پابند ہو بھی جائیں۔ ان کے دلوں سے انگریزی کی عظمت اور علماء کی تحقیر نہیں نکلتی۔ کئی مرتبہ انگریزی خوانوں سے سنا گیا کہ شیخ الہندؒ نے مسلمان کی عظمت کے لئے محنت کی۔ اسلام کی عظمت کے لئے کوئی محنت نہیں کی۔ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے جہاد کر کے غلطی کی۔ یہ انگریزی کا ہی اثر تھا کہ انگریزی خواں دین داروں نے کہا کہ حضرت تھانویؒ نے دین کی کم خدمت کی۔ کیونکہ ان کی اردو مشکل تھی۔ کم لوگ اس کو سمجھ پاتے تھے۔ مودودی صاحب نے دین کی زیادہ خدمت کی کہ ان کی تحریر سلیس اور دلکش ہوتی ہے۔ یہ انگریزی کا ہی اثر تھا کہ کچھ عرصہ قبل چند انگریزی خواں رائے ونڈ کے نظام میں دخیل ہو کر دینی مدرسہ جس کو علماء ہی چلا سکتے ہیں اسے مرکز سے نکالنے کی کوشش کرنے لگے اور الحمدللہ ناکام ہوئے۔

۳...... انگریزی پڑھنے والے طلباء دیندار نہیں رہتے۔ چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہ محدث دارالعلوم دیوبند نے انگریزی تعلیم کا نقصان بیان کرتے ہوئے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے خطبہ صدارت میں ارشاد فرمایا:...... میرے اکابر سلف نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان کے سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ ہاں! یہ بیشک کہا گیا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا

جاتا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں، یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں، یا حکومت وقتیہ کی پرستش کرنے لگیں تو اسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لئے جاہل رہنا ہی اچھا ہے۔ اب از سر راہ نوازش آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ تعلیم سے روکنا تھا یا اس کے اثر بد سے۔

(خطبہ صدارت جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ۱۶؍صفر المظفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹؍اکتوبر ۱۹۲۰ء)

۴…… حضرت گنگوہیؒ سے لے کر مفتی ابولبابہ تک متعدد حضرات اکابر ان علوم کو دینی مدارس میں داخل کرنے کے نقصانات بیان کر چکے ہیں۔ جن میں سے سولہ حضرات اکابر کا بیان بندہ نے اپنے مضمون میں نقل کر دیا ہے کہ انگریزی دینی مدارس میں داخل کرنے سے مدارس، دینی نہ رہیں گے اور نہ ہی وہاں پڑھنے پڑھانے والے دین دار ہوں گے۔

۵…… ایک مسلمہ اصول یہ بھی ہے کہ دنیا کی ہر کتاب میں اس کے مصنف کا اثر ہوتا ہے اور علوم عصریہ کی کتب کے اکثر مصنف کفار اور بے دین حضرات ہیں۔ اس لئے ان کی تحریر کردہ کتب میں ظلمت کفر اثر انداز ہوتی ہے۔

بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جب حکومتی زبان فارسی تھی تو درس نظامی میں فارسی زبان داخل کی گئی۔ اب حکومتی زبان انگریزی ہے۔ لہٰذا انگریزی زبان داخل کی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرات اس فرق کو ملحوظ نہ رکھ سکے کہ فارسی ان مسلمانوں کی زبان تھی جنہوں نے ہندوستان کا کفر توڑا اور ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت قائم کی۔ جبکہ انگریزی ان کافروں کی زبان ہے جنہوں نے فاتح ہو کر مسلمانوں کی حکومت ختم کی اور ملک میں اسلام کی عظمت ختم کرنے کے لئے مسلمانوں اور علماء کرام جنہوں نے اسلام کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ان کو قید وبند اور پھانسی کی سزائیں دیں اور علماء کی تحقیر کا سلسلہ شروع کیا۔ تاکہ لوگوں کے دلوں سے علماء کی عظمت ختم ہو جائے اور انہیں حقیر جاننے لگیں اور اپنے دور حکومت میں علماء کرام کو مزدوروں میں شامل کیا اور علماء کے لئے انہی زمینوں میں سے حصہ مقرر کیا جو کہ مزدوروں کے لئے خاص کی گئیں۔ اور انگریزی ہیں جو اب تک گزشتہ ڈیڑھ سو سالوں سے اسلام اور بالخصوص علماء کی نفرت لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ ۲…… یہ حضرات اس بات کو بھی نہ سوچ سکے کہ ہمارے درس نظامی کے علوم عالیہ اور آلیہ دونوں کی بہت سی کتب فارسی میں ہیں اور متعدد کتابوں کی شروح فارسی زبان میں ہیں۔ فارسی سیکھنے کی بعد ہی ان سے استفادہ ممکن ہے۔ ۳…… یہ بات بھی ان حضرات کی نظروں سے اوجھل رہی کہ فارسی عارفین کی کلام ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ سمیت تصوف کی چودہ کتب تو ہمارے مدرسہ (جامعہ خیر المدارس ملتان) کے کتب خانہ میں موجود ہیں یہ فارسی زبان سے ہی پڑھی جائیں گی۔ ۴…… ان حضرات نے فارسی زبان کے درجہ کو معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ فارسی زبان کا فصاحت وبلاغت میں کیا مقام ہے؟ فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے فارسی زبان، عربی زبان کے بعد دوسرے درجہ کی زبان ہے۔ ۵…… ممکن ہے ان حضرات کو یہ بات بھی معلوم نہ ہو کہ فارسی جنتیوں کی دوسری زبان ہے۔ فارسی زبان کے مذکورہ امتیازات کو جاننے کے بعد بھی انگریزی کو فارسی پر قیاس کرنا اور دینی مدارس کے نصاب میں داخل کرنے کا کیسے جواز ہو سکتا ہے؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک! ان تمام عوامل کی بناء پر بندہ نے اپنے دلی رجحان کو ’’الدین النصیحہ‘‘ کے طور پر بیان کیا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اسے ’’از دل خیزد بر دل ریزد‘‘ کا مصداق بنائیں۔ آمین!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ...... تعارف وخدمات!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی!

مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام، قیام پاکستان کے متصلاً بعد ہوگیا تھا۔ لیکن باقاعدہ تشکیل ۱۹۵۴ء میں ہوئی۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ امیر، مولانا محمد علی جالندھریؒ ناظم اعلیٰ چنے گئے۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا عبدالرحمن میانویؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور مولانا مجاہد الحسینی ممبران تجویز ہوئے۔

حضرت شاہ جیؒ کی زندگی میں ملک بھر میں ہزاروں شاخیں بن گئیں۔ ہزاروں افراد نے باقاعدہ ممبر شپ حاصل کی۔ مجلس کی جس دن تشکیل ہوئی تو ایک روپیہ یومیہ بجٹ رکھا گیا۔ مجلس نے باقاعدہ مبلغین رکھے۔ جنہیں ''قوت لا یموت'' کے طور پر باقاعدہ وظیفہ دیا جاتا۔ تاکہ یکسوئی کے ساتھ تبلیغ دین اور تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

حضرت شاہ جیؒ کی وفات کے بعد مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیر، مولانا محمد علی جالندھریؒ ناظم اعلیٰ رہے۔ قاضی صاحبؒ کی وفات کے بعد مولانا محمد علی جالندھریؒ امیر اور مولانا لال حسین اخترؒ ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کے بعد مولانا لال حسین اخترؒ امیر اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ مولانا لال حسین اخترؒ کی وفات کے بعد عارضی طور پر فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ امیر بنائے گئے۔ مولانا محمد حیاتؒ اپنے ضعف وعوارض کی وجہ سے نظم نہ سنبھال سکے تو شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ امیر، مولانا خواجہ خان محمد کندیاں شریف نائب امیر اور مولانا محمد شریف جالندھریؒ ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ اس دوران سانحہ ربوہ پیش آیا اور تحریک اٹھ کھڑی ہوئی۔ شیخ بنوریؒ داعی ہونے کی وجہ سے اٹھارہ جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر بنائے گئے۔ کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں کے تبلیغی دوروں کے تمام تر مصارف مجلس تحفظ ختم نبوت نے برداشت کئے۔ تمام مکاتب فکر کی بے مثال جدوجہد پر اللہ پاک نے عظیم الشان کامیابی سے سرفراز فرمایا۔ اور پاکستان قومی اسمبلی نے ایک متفقہ آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ حضرت بنوریؒ نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر کی معیت میں افریقی ممالک کا چالیس روزہ دورہ کیا۔ اخبار العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کی رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت بنوریؒ کی تجویز وحکم پر مولانا مفتی مقبول احمد ساہیوال کو انگلینڈ کا مبلغ مقرر کیا گیا۔ مولانا اسد اللہ شاہ طارق کو جزائر فجی آئی لینڈ میں بھیجا گیا۔ مولانا اللہ وسایا اور مولانا عبدالرحیم اشعر نے تین ماہ انڈونیشیا کا تبلیغی دورہ کیا اور وہاں کے علماء کرام کو قادیانیت کے دجل وفریب سے آگاہ کیا اور انہیں ختم نبوت پر ٹریننگ دے کر قادیانیت کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا۔

حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ کے دور میں لندن میں مستقل دفتر قائم کیا گیا اور ہر سال عالمی ختم نبوت کانفرنس کی بنیاد رکھی جو سال رواں میں ۹ ر جون کو منعقد ہوئی۔ جس میں دنیا بھر سے علماء کرام، سکالرز نے انگلش اور اردو میں خطابات کئے۔ قیام پاکستان کے متصلاً بعد قادیانیوں کے سالانہ جلسہ کے مقابلہ میں چنیوٹ میں ختم نبوت کانفرنس شروع کی گئی جو بلا انقطاع تقریباً تیس سال تک جاری رہی۔ ۱۹۸۲ء سے آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ہر سال منعقد ہوتی ہے اور تقریباً اسی سال سے چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کورس منعقد ہوتا ہے۔ جس میں سینکڑوں علماء کرام، طلباء عزیز، عصری تعلیمی اداروں کے اسٹوڈنٹس شریک ہوتے ہیں۔

سال بھر میں سینکڑوں ختم نبوت کانفرنسیں پورے ملک میں منعقد ہوتی ہیں۔ جبکہ چند شہروں میں بین الاضلاعی کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ سال رواں میں گوجرانوالہ، فیصل آباد اور نواب شاہ سندھ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسیں منعقد ہوئیں جن میں دسیوں علمائے کرام نے ہزاروں عوام سے خطاب فرمایا۔

مجلس کے شعبہ تبلیغ کے زیر اہتمام تقریباً پچاس مبلغ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ لاکھوں روپے کا لٹریچر مختلف زبانوں میں شائع کر کے اندرون و بیرون ملک تقسیم کیا جاتا ہے۔ احتساب قادیانیت کے نام سے علماء امت کی ڈیڑھ سو سالہ قلمی خدمات کو نئی ترتیب و تخریج کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ جس کی پچاس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ درجنوں کیس ایسے ہیں جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ مظلوم مسلمانوں کو قانونی امداد مہیا کی جاتی ہے۔ ناموس رسالت کے کیسز میں ماخوذ مظلوم مسلمانوں کو جیل کے اندر اور باہر (گھر میں) مالی امداد دی جاتی ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، ماہنامہ لولاک ملتان سے خاموش مبلغ کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ چناب نگر مسلم کالونی میں جامعہ ختم نبوت میں درجہ کتب اور درجہ قرآن پاک میں سینکڑوں طلبہ کرام زیر تعلیم ہیں۔ نیز قادیانیت سے متاثرہ علاقوں میں ایک درجن مدارس دینیہ کا انتظام مجلس کے ذمہ ہے۔

اس وقت مجلس کی قیادت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ اور مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔ لہٰذا رمضان المبارک کی بابرکت ساعات میں مجلس کو اپنی دعاؤں اور مالی اعانت میں نہ بھولئے۔

نعت رسول مقبول a

کوئی اس راہ سے ہو کر گیا ہے — سماں سارا معطر ہوگیا ہے
میرے دل کے نہاں خانوں میں — ازل سے تیرا نام لکھا ہوا ہے
گھٹا رحمت کی مجھ پر کھل کے برسی — تمہارا نام جب میں نے لیا ہے
تمہارے نام کے لینے سے آقا — میرے دل میں اجالا ہو گیا ہے
بنا کر تجھے مہمان خصوصی — سر عرش بریں بلایا گیا ہے
میرے دل کے گلستاں میں تمہاری — محبت کا عجب غنچہ کھلا گیا ہے

معارف خطبہ نکاح!

قسط نمبر:4

مولانا محمد یوسف خان!

کامیابی کا معیار

لیکن کامیابی کے لئے ہر ایک کی سوچ اپنی اپنی ہے۔ کسی نے سوچا ہے کہ ہمارے پاس بیلنس زیادہ ہوگا تو میں کامیاب، کسی نے سوچا کہ گھر بڑا اچھا ہو تو میں کامیاب۔ کسی نے سوچا کہ سواری ہوگی تو میں کامیاب۔ کسی نے عہدے کو کامیابی سمجھ رکھا ہے۔ ہر انسان نے اپنی زندگی کی کامیابی کے لئے الگ الگ معیار بنا رکھے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نکاح کے موقع پر کامیاب زندگی کا اصول سکھایا ہے کہ کامیاب زندگی کیا ہوتی ہے؟ آیت کا آخری حصہ فرمایا: ”ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما“ یہ نوجوان یاد رکھے۔ یہ بزرگ یاد رکھیں۔ گھروں کو بسانے والے حضرات یاد رکھیں۔ اگر کامیاب زندگی چاہتے ہیں تو آیت کے آخری حصے میں کامیاب زندگی کا اصول بتایا ہے: ”ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما“ یہ سوچ لیں کہ ہم جو کام کر رہے ہیں۔ اس میں اللہ اور اس کے رسول a کیا چاہتے ہیں۔ بس اتنا سا کام ہے ہر لمحے میں سوچ لیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ ہر لمحے یہ سوچیں کہ ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

بیوی کا پہلا حق

جب شادی ہو جائے تو نکاح کے بعد بیوی کا سب سے پہلا حق جو شوہر کے ذمہ فرض ہے، وہ حق مہر ادا کرنا ہے۔ جوں ہی نکاح ہوتا ہے، شوہر کے ذمہ حق مہر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا حکم دیا ہے: ”واتوا النساء صدقتہن نحلۃ“ ایک اور آیت میں فرمایا: ”قد علمنا ما فرضنا علیہم فی ازواجہم“ اللہ تعالیٰ نے حق مہر کو شوہر کے ذمہ فرض قرار دیا ہے اور یہ عورت کا حق ہے۔

حق مہر اور ہمارا معاشرہ

اس پہلے حق کے ساتھ ہمارے معاشرے میں کیا سلوک ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ یا تو جب نکاح ہو رہا ہوتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ حق مہر کتنا رکھنا ہے؟ تو لڑکے والے کہتے ہیں کہ شرعی حق مہر اور حق مہر شرعی جو ذہنوں میں ہوتا ہے وہ ۳۲ روپے ہوتا ہے اور جب منگنی ہوتی ہے۔ اس وقت سے لے کر اب تک شریعت یاد نہیں آئی۔ صرف نکاح کے موقع پر حق مہر میں شریعت یاد آئی ہے۔ یہ جہیز کونسی شریعت میں لکھا تھا؟ یہ ساری کراکری یہ ساری چیزیں یہ واشنگ مشین اور فریج یہ کس شریعت میں لکھا ہے؟ یہ مہندی کی رسومات اور اس پر لاکھوں روپے خرچ کرنا کونسی شریعت میں لکھا تھا؟ لیکن نکاح کے وقت میں حق مہر میں شریعت یاد آ جاتی ہے۔ یہ حق مہر مرد کے ذمہ فرض ہے۔ جب اس فرض کی باری آتی ہے تو وہ ۳۲ روپے ہوتا ہے اور اس کی وجہ دین سے دوری ہے۔

ایک طرف لڑکے والوں کا رویہ ہوتا ہے کہ حق مہر شرعی ہو اور ہمارے ہاں لڑکی والوں کی طرف سے یہ

رویہ ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ حق مہر رکھوتا کہ لڑکے کے پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیریں پڑ جائیں۔ اس بھاری حق مہر کی وجہ سے وہ لڑکی کو چھوڑنے سے پہلے بیسیوں بار سوچے کہ لڑکی والوں کو اتنا پیسہ ادا کرنا پڑے گا۔ دونوں کی سوچ عرض کردی ہے۔ دونوں کی سوچ دین کے خلاف ہے۔ دونوں کی سوچ اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

آج لڑکی والے حق مہر کو ایک بہت گھٹیا لفظ بولنے لگا ہوں، لیکن حقیقت یہی ہے آج لڑکی والے حق مہر کو بلیک میلنگ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ لڑکے کو بلیک میل کرنے کے لئے اس کے پاؤں بھاری حق مہر کی زنجیر ڈال دو تا کہ اگر لڑکی کو چھوڑنے کا مرحلہ آجائے تو وہ کئی بار سوچے۔ یعنی لڑکی والوں کے ذہنوں میں یہ بھی ہوتا ہے کہ حق مہر کوئی دینے کی چیز نہیں ہوتی اور بسا اوقات نکاح کے فارم میں لڑکے والے بھی خوشی سے حق مہر لکھوا دیتے ہیں کہ اتنے لاکھ لکھ دیں۔ لڑکی والے بھی کہتے ہیں کہ لکھ دیں اور ساتھ ساتھ ذہنوں میں یہ ہوتا ہے کہ کونسا دینا ہے۔

یہ دونوں ذہن دین اسلام کے خلاف ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث موجود ہے مستند حدیث ہے، ضعیف نہیں ہے۔ بہت نازک موضوع ہے۔ سنبھل کر اس کا ترجمہ عرض کروں گا کہ نبی کریم a نے فرمایا کہ جو شخص نکاح کے وقت مہر مقرر کرے اور اس کی حق مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہو تو وہ شخص بیوی سے جو تعلق قائم کرے گا وہ گناہ ہوگا۔ میں نے بہت سنبھل سنبھل کر اس حدیث کا ترجمہ عرض کیا ہے۔ جب اس شخص کے ذہن میں یہ تصور ہو کہ میں نے حق مہر ادا نہیں کرنا تو اس کو گناہ کی زندگی گزارنے کا گناہ ہوگا۔

مہر معجل مہر غیر معجل

وہ الگ بات ہے کہ نکاح کے فارم میں دو لفظ مہر کے بارے میں ہوتے ہیں۔ ایک لفظ معجل ہے ایک غیر معجل۔ تھوڑا سا ان میں فرق ہے۔ ٹیکنیکل لفظ ہیں ان کی تھوڑی سی وضاحت کردوں۔ معجل کا معنی ہے جلدی، غیر معجل کا معنی ہے جلدی کی ضرورت نہیں ہے۔ آگے قانونی طور پر ایک لفظ لکھا جاتا ہے عندالطلب مانگتے وقت غیر معجل عندالطلب یا معجل عندالطلب جب مانگا جائے۔ اس وقت ادا کر دیا جائے۔ یہ لکھنا جائز ہے۔ حق مہر ابھی دینا ضروری نہیں ہے۔ لیکن جب لڑکی حق مہر مانگے تو اس وقت اس کو ادا کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ حق مہر نکاح کے فوراً بعد شوہر کے ذمہ فرض ہوتا ہے اور یہ اتنا اہم فرض ہے کہ اگر بیس سال، پچاس سال، ساٹھ یا ستر سال کے بعد شوہر کا انتقال ہو جائے اور بیوی موجود ہو تو وراثت تقسیم کرنے سے پہلے بیوی کا حق مہر اس کے مال میں سے ادا کرنا لازم ہوگا اور تاخیر کرنے کا گناہ ساری زندگی کا جو ہوا وہ الگ ہے۔

مہر عورت کی قیمت نہیں

سوال یہ ہے کہ نبی a نے ہمیں کیا سکھایا ہے؟ نبی کریم a نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ حق مہر یہ عورت کا ایک حق ہے اور یہ واضح طور پر ذہن میں رکھ لیں یہ عورت کی قیمت ہرگز نہیں ہوتی۔ اس کو شریعت نے عورت کی قیمت ہرگز قرار نہیں دیا۔ بلکہ یہ عورت سے مخصوص منفعت حاصل کرنے کا بدلہ ہوتا ہے۔ جو شریعت میں حق مہر کہلاتا ہے۔ حق مہر کے ادا کرنے کے بعد انسان اس عورت کا مالک نہیں بن جاتا کہ پھر اس کو مارے پیٹے ہڈیاں توڑے جو چاہے کرے، انسان مالک نہیں بنتا۔

کم از کم حق مہر کی مقدار

مہر کے بارے میں نبی کریم a نے سمجھایا: ’’لامهر من اقل عشرة دراهم‘‘ کہ دس درہم سے کم حق مہر نہیں ہوتا۔ کم از کم کی تعیین فرمادی۔ کم از کم سمجھا دیا کہ ایک درہم چاندی کا وزن ہوتا ہے گرام کے اعتبار سے ۳ گرام ۶۲ ملی گرام چاندی ہوتی ہے۔ اس حساب سے جو نبی کریم a نے فرمایا کہ کم از کم حق مہر دس درہم ہوتا ہے۔ تو اس اعتبار سے یہ کل وزن بنے گا ۳۰ گرام ۶۲۰ ملی گرام چاندی۔ آج کل دس گرام چاندی کا ریٹ تقریباً ہزار روپے سے تھوڑا سا زیادہ ہے۔ اب ۳۰ گرام ۶۲۰ ملی گرام کا اندازہ روپوں میں آپ خود لگالیں۔

یہ بات درست ہے کہ اردو کی بعض کتابوں میں یہ بات لکھی ہے کہ عورت کا کم از کم حق مہر ۳۲ روپے ہے۔ اصل میں اس وقت جو روپیہ ہوتا تھا۔ تو اس وقت دس درہم چاندی کے ۳۲ روپے بنتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ آج کی بات نہیں ہے۔ آج کے ۳۲ روپے نہیں ہیں۔ آج کے دور میں ۳۰ گرام ۶۲۰ ملی گرام چاندی کا جتنا وزن ہے۔ اتنا حق مہر کم از کم ادا کرنا چاہئے۔ لیکن جب نبی کریم a نے عورت ذات کا حق ادا کیا تو پھر کیا ادا کیا؟ یہ دیکھنے کی بات ہے کم از کم حق مہر بتادیا ہے۔

مہر فاطمیؓ

نبی a کی ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کا حق مہر جو کم از کم بتایا گیا ہے۔ وہ ۴۸۰ درہم ہے۔ ایک لفظ آپ نے اور سنا ہوگا مہر فاطمی، حضرت فاطمہؓ کا حق مہر نبی کریم a نے ان کا حق مہر رکھا تھا ۵۰۰ درہم، ۵۰۰ درہم کی چاندی کا وزن جب آپ بنانے لگیں گے تو یہ ایک کلو ۵۳۰ گرام چاندی بنتی ہے۔ یہ صرف اتنی بات عرض کرتا ہوں کہ نبی کریم a نے جب اپنی بیویوں اور بیٹیوں کا حق مہر رکھا تو وہ کم از کم کتنا تھا۔ کتنا حق ادا کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا زیادہ حق مہر رکھ سکتے ہیں؟ جی ہاں، اگر ادا کرنے کی استطاعت ہو اور ادا کرنے کی نیت بھی ہو تو زیادہ حق مہر رکھنا جائز ہے اور حق مہر میں مرد کی استطاعت دیکھی جاتی ہے نہ کہ عورت کی حیثیت دیکھی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ فرض مرد نے ادا کرنا ہے۔ دین نے ہمیں یہ سکھایا ہے۔ عورت کی حیثیت کو دیکھ کر مہر مقرر کرنا یہ ہندوانہ مزاج ہے۔ آج بھی جو لوگ ہندوانہ مزاج اور ان کے کلچر کو سمجھتے ہیں۔ تو ان کے ہاں یہ رواج آج بھی ہے کہ اگر لڑکی انجینئر ہے، ڈاکٹر ہے تو ایسی صورت میں اس کی ادائیگی بہت زیادہ ہوتی ہے اور اگر میٹرک پاس ہے تو اس کی ادائیگی کچھ اور ہے اور اگر لڑکی ویسے ہی ہے تو پھر کچھ اور معاملہ ہے۔ یہ ہندو کلچر ہے۔ یہ اسلام کا کلچر نہیں ہے کہ عورت کی قابلیت کی بنیاد پر اس کا بھاؤ مقرر ہو جائے۔ نعوذ باللہ اسلام کا یہ کلچر نہیں ہے۔

مولانا مفتی محمد راشد مدنی مدارس عربیہ میں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ مولانا مفتی راشد مدنی نے رحیم یار خان ضلع کے مدارس عربیہ میں طلبہ واساتذہ کرام سے خطاب فرمایا۔ نیز جامعہ مخزن العلوم، جامعہ عبداللہ بن مسعود خان پور میں ختم نبوت کورس کی اہمیت، تاریخ اور اساتذہ کورس کے تفصیلات بیان فرمائیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر c کا وصال!

مولانا محمد طارق!

پیر طریقت، رہبر شریعت، عارف باللہ، حضرت مولانا حکیم محمد اختر اہل حق کے ترجمان تھے۔ روایات اکابر کے سچے امین تھے۔ آپ انتہائی ملنسار اور غضب کی ذہانت کے مالک تھے۔ علمی حلقوں کی روح رواں تھے۔ لیکن آج یہ علم کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر ۱۹۲۳ء کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر پرتاب گڑھ کے گاؤں اٹھیہہ میں شاہ محمد حسینؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے اور شاہ حسینؒ کو اللہ پاک نے دو صاحبزادیاں دی تھیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم طبیہ کالج علی گڑھ سے حاصل کی۔ وہیں سے آپ نے حکمت کا کورس کیا۔

علماء کرام سے محبت آپ کے دل میں سما چکی تھی۔ اسی لیے آپ نے دینی ادارے کا رخ کیا اور علماء کے قدموں میں بیٹھنے کو ترجیح دی۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور مولانا سید بدر علی شاہؒ سے علمی پیاس کو بجھانا شروع کیا اور خلافت کو بھی اپنے سینے سے لگایا۔ اسی سلسلہ میں مولانا شاہ محمد احمد پرتاب گڑھی سے خلافت کو حاصل کیا۔ آپ سترہ سال مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ کی صحبت میں سرائے میر میں رہے اور فاضل درس نظامی کی سند حضرت مرحوم کے ادارے سے حاصل کی۔ پھر مولانا شاہ ابرارالحقؒ سے بھی خلافت حاصل کی۔ آپ کی خوش نصیبی دیکھئے کہ جن تین شخصیات سے خلافت ملی۔ وہ تینوں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء تھے۔ تصوف کے سلاسل اربعہ یعنی چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ حاصل تھے۔ آپ کے مریدین کی تعداد دنیا بھر میں موجود ہے۔ جن میں جنوبی افریقہ کرکٹ ٹیم کے کھلاڑیوں میں ہاشم آملہ اور عبداللہ آملہ بھی شامل ہیں۔

آپ قیام پاکستان کے چند سال بعد ہجرت کر کے پاکستان منتقل ہوگئے۔ یہ اس پیارے وطن کے لئے اعزاز کی بات ہے کہ آپ نے یہاں آکر لاتعداد بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح کی۔ آپ کے بیانات درددل رکھنے والے انسانوں کے لیے بہترین تحفہ ہیں۔ آپ آج ہمارے درمیان نہیں رہے۔ لیکن آپ کی مختلف زبانوں میں کتابیں آج بھی آپ کی یاد دلا رہی ہیں۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر نے ۱۳ سال بیماری کے گزارے۔ ۲۰۰۰ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اسی بیماری کے دوران ہی آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ، مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اکرم طوفانی نے ایک مشترکہ بیان میں حضرت الحاج حکیم مولانا محمد اخترؒ کی وفات حسرت آیات پر قلبی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات کو قبول فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین!

ماں! ...... تیرا شکیل زندہ باد ہو گیا!

مولانا قاضی احسان احمد!

آج ماں اپنے شکیل کو دوسروں کے کندھوں پر جاتا ہوا دیکھ رہی ہے۔ اس شکیل کو جسے ماں نے اپنے ناتواں کندھوں پر بٹھایا۔ پالا پوسا۔ پروان چڑھایا۔ لیل ونہار کا سلسلہ چلتا رہا۔ دن بدن بڑا ہوتا گیا۔ ماں کی امیدیں طاقتور ہوتی رہیں۔ گلشن زندگی میں شکیل بہار بن کر ابھرنے لگا۔ اپنے بھائیوں سے الگ مزاج اور سوچ وفکر ہے۔ زندگی میں طمانیت، چین وسکون، سادگی۔ عبادت کا شوق۔ جذبۂ جہاد۔ اعلائے کلمۃ اللہ کی فکر۔ جذبہ ناموس رسالت سے سرشار، فدائے ختم نبوت، حفاظت ناموس مصطفیٰ زندگی کا وظیفہ بن چکا ہے۔

آج شکیل ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ یہ ماں اپنے بیٹے کی بارات لے کر جارہی ہے۔ اس کے گھر میں ایک نئی پیاری، سادہ، عزت مآب عفت وپاکدامنی کا پیکر بہو آتی ہے۔ شکیل سلسلہ ازدواج سے منسلک ہوگئے۔ آج اس گھر کے درودیوار کی سوچ مختلف، ماں مستقبل پر نظریں لگائے ہوئے ہے۔ میرے شکیل کی نئی زندگی شروع ہوگی۔ یہ ہوگا، وہ ہوگا۔ نہ جانے کیا کیا حسین وجمیل تصورات کی دنیا میں کھوئی ماں گھر میں آنے والے ایک ایک مہمان کے آگے پیچھے پھر رہی ہے اوران کی خدمت وتواضع میں مگن ہے۔

مگر تقدیر بنانے والے نے شکیل کا مستقبل کچھ اور لکھ رکھا تھا۔ دنیا کی عارضی آزادی، اس سے آخرت کی آزادی کے بدلہ میں لے لینے کا فیصلہ کررکھا تھا۔ دنیا کا ظاہری حسن وجمال، اس کے نظارے آخرت کے ہمیشہ ہمیشہ کے لازوال ہوا، حسن پر غالب ومقدر کر رکھے تھے۔ آج کا شکیل کل کے شکیل سے مختلف ہو چکا ہے۔ آج اسے اسیر ناموس رسالت، مجاہد ختم نبوت، ثانی غازی علم الدین شہیدؒ کہا جارہا ہے۔ جب اس نے زمین پر انسانی شکل میں رینگتے خنزیر اور بھیڑیئے کو گستاخیٔ رسول کا ارتکاب کرنے کی بنا پر موت کی نیند سلادیا۔

غازی حاجی محمد شکیل کو اسی جرم میں جس جرم میں ایک عاشق، ایک پروانے ودیوانے کو سزا ملتی ہے۔ جیل کی کال کوٹھری میں ڈال دیا گیا۔ تفتیش کے تمام مراحل سلسلہ وار چلنا شروع ہوئے۔ مدعی اور مدعا علیہ عدالت کی پیشی پر حاضر ہوتے رہے۔ ایک طرف گستاخان نبی کا گروہ اپنے ناپاک عزائم کو بچانے کے لئے سرگرداں دوسری طرف ”غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔ تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد“ کی صدائے بازگشت سے کفروشرک کے ایوان میں زلزلہ برپا کرنے کے لئے اور اسیرانِ تحفظ ناموس رسالت کی حوصلہ افزائی کے لئے ہزاروں شمع ختم نبوت کے پروانوں کا ایمان افروز منظر، آج کفرواسلام محبت ونفرت، عاجزی وانکساری، غرور وتکبر کے درمیان جنگ ہورہی ہے۔ ایک طرف وسائل کا انبار ہے تو دوسری طرف عاشق کی دنیاوی ابتری۔ ایک طرف طاقت کا نشہ ہے تو دوسری طرف جام عشق ومحبت کا سرور۔ ایک طرف کفر کی آغوش میں بیٹھے ہوئے شیطانیت کا جال بچھنے والے اور دوسری طرف اس پروانے کی طرح جو شمع کی روشنی پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے بے چین وبے تاب ماہی بے آب کی طرح

تڑپ رہا ہوتا ہے۔ان غلامانِ محمد ﷺ کا گروہ۔پھر ہوا کیا؟ آخر عشق جیت گیا۔حق بازی لے گیا۔کفر ہار گیا۔

غازی حاجی محمد شکیل جیل کی کال کوٹھری میں ایک مجاہد کی سی زندگی گزار رہا تھا کہ اچانک بیماری نے صحت پر حملہ کر دیا۔کمزوری طاقت پر غالب آنے لگی۔سفیدی سیاہی میں تبدیل ہونا شروع ہوگی۔ان تمام چیزوں کا تدارک شروع ہوگیا۔مگر جیل کی زندگی کا اندازہ ایک آزاد اور مکمل آزاد آدمی نہیں لگا سکتا۔مگر پھر بھی علاج شروع کیا۔خوراک کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ دی گئی۔آرام،سکون کا مکمل نظم کرنے کی ممکن حد تک کوشش کی۔مگر وہی کہ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' بیماری زور پکڑنے لگی۔آخر آج جیل کے در و دیوار سے آواز آنے لگی: زندہ ہے غازی زندہ ہے، تیرا مشن جاری رہے گا'' تاج وتخت ختم نبوت کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔غازی حاجی محمد شکیل ٹی بی کے معمولی مرض میں مبتلا ہوگئے جو کہ ایک قابل علاج اور قابل کنٹرول مرض ہے۔مگر رب کریم کو کچھ ایسے ہی منظور تھا۔بلکہ اگر یوں کہنا مناسب ہو تو کہ ان کا انتظار بڑھ گیا تھا۔حضور ﷺ اپنے عاشق کے منتظر تھے اور انتظار کی گھڑیاں ختم کر کے ملکوتی فیصلے کے بجائے رب کریم نے جو فیصلہ کر رکھا تھا۔اس پر پہلے عمل درآمد ہوگیا اور حاجی غازی محمد شکیل داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر گئے۔

شہید ناموس رسالت، غازی اسلام، اسیر ناموس محمد مصطفیٰ حاجی محمد شکیل کی نماز جنازہ ۱۹ اپریل ۲۰۱۳ء بعد نماز جمعہ ادا کی گئی۔ایک عجیب منظر تھا۔جمعہ کا مبارک دن۔خطبات جمعہ میں اس عظیم غازی کو ڈسکہ شہر کی مساجد میں خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔المختصر شہدأ ناموس پیغمبر کی یاد تازہ ہوگئی۔ہر آنکھ اس عظمت و سرخ روئی پر محبت میں اشکبار۔ہر مسلمان اس عاشق کا جنازہ اٹھنے پر دل سے شاداں جدائی پر غمگین مگر مقدر پر خوش نوجوانوں کا حوصلہ و عزم، علماء کی تقاریر، فدائیان تحفظ ناموس رسالت کا جذبہ ایثار و قربانی، قابل دید۔جنازہ کے ارد گرد علاقہ بھر کے نوجوانوں کی مائیں اس عظیم المرتبت ماں کے شکیل کو رخصت کرنے کے لئے باادب دیوانہ وار نظریں نیچی کئے ہوئے ستون کی مانند ساکت کھڑی اس عاشق کے آخری سفر کا نظارہ کر رہی ہیں۔اعلان ہوا۔صفیں درست فرمائیں۔عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے، راقم الحروف کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ نماز جنازہ کی امامت کرائی۔مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا فقیر اللہ اختر، حافظ محمد یوسف عثمانی، مولانا عارف شامی، حافظ محمد ثاقب نے مجلس کی طرف سے شرکت کی۔تمام نظم و نسق خدام ختم نبوت نے انتہائی سلیقے سے پورا کیا۔یوں ایک عاشق کو ہمیشہ کے لئے رحمت حق کے حوالے کر دیا۔

محمد یعقوب کا مجلس سے کوئی تعلق نہ ہے!

مخدوم پور پہوڑاں سے آمدہ اطلاعات کے مطابق محمد یعقوب ولد ملک محمد موسیٰ قوم سیوڑہ سکنہ لسوڑی موضع رکن ہٹی تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان مخدوم پور پہوڑاں خانیوال کی کسی مسجد میں گئے اور اپنے آپ کو ختم نبوت کا مبلغ شو کر کے مجلس کے نام سے چندہ کیا اور ماہنامہ لولاک ملتان کی خریداری کے عنوان سے لوگوں سے رقوم لیں۔مولوی محمد یعقوب کا مجلس کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہے۔وہ اپنے قول و فعل کے خود ذمہ دار ہیں۔احباب جماعت اس سے خبردار رہیں۔

منفی سوچ یا سامراجی ذہنیت!

(ایک قادیانی نواز کے جواب میں)

مولانا انصار اللہ قاسمی!

مورخہ ۲۵؍اپریل ۲۰۱۳ء کو ایک غیر معروف اردو روزنامہ ’’صدائے وطن جدید نئی دہلی‘‘ کے صفحہ نمبر ۳؍ پر جناب مبین ڈار کا مضمون شائع ہوا۔ روزنامے کی طرح مضمون نگار بھی مجہول اور غیر معروف ہیں۔ اس مضمون کے تعلق سے مثبت اور معروضی انداز میں چند تاثرات پیش خدمت ہیں:

۱…… فاضل مضمون نگار نے پڑوسی ملک (پاکستان) میں قادیانیوں کی اسلام اور ملک دشمن سازشوں اور ریشہ دوانیوں پر بند لگانے کی کامیاب کوشش کو ’’ملائیت‘‘ اور ’’منفی سوچ‘‘ کہہ کر عقل وانصاف کی رو سے خود اپنی سامراجی ذہنیت کا اظہار کیا ہے۔

۲…… یہ سب کو معلوم ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے نام پر یہ ملک تشکیل پایا ہے۔ گذشتہ چند دنوں پہلے پاکستانی فوج کے سربراہ جنرل کیانی کا بیان اخبارات میں شائع ہوا کہ ’’اسلام کو پاکستان سے کبھی الگ نہیں کیا جاسکتا‘‘ مگر یہ بات کسی المیہ سے کم نہیں کہ پڑوسی ملک اپنے قیام کے پہلے ہی دن سے سامراجی قوتوں کی ’’آماجگاہ‘‘ اور استعماری تحریکوں کی ’’شکارگاہ‘‘ بنا رہا۔ قادیانی فرقہ ان ہی سامراجی اور استعماری تحریکوں کا پیدا کردہ اور ان ہی کا پروردہ گروہ ہے۔ یہ بات خود اس گروہ کے بانی وپیشوا کو بھی تسلیم ہے۔ مرزاغلام قادیانی کے الفاظ میں وہ ’’انگریزوں کا خود کاشتہ پودا‘‘ ہے۔ ایک مذہبی فرقے کا روپ دھار کر قادیانیت نے سامراجی مقاصد اور عزائم کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ چنانچہ پاکستان بننے کے ساتھ ہی ایک منظم اور گہری سازش کے تحت سرظفر اللہ خان قادیانی پہلا وزیر خارجہ بنا۔ اس شخص نے ماہر شطرنج کھلاڑی کی طرح مملکت خداداد کے تمام کلیدی عہدوں پر قادیانی مہروں کو بٹھادیا۔ پوری پاکستانی فوج قادیانیت کے شکنجہ میں تھی۔ قادیانیوں کے اثر ورسوخ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستانی فضائیہ کا سربراہ ائیر مارشل ظفر چودھری قادیانی تھا۔ اس نے اپنے فرقہ کے سالانہ جلسہ میں مرزاناصر (تیسرا قادیانی سربراہ) کو ائیر فورس طیاروں سے سلامی دی۔ پاکستانی عوام شدید برہم ہوگئی۔ خود اس وقت کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کے خطرناک سیاسی عزائم کو بھانپ کر فوراً اس قادیانی افسر کو برخواست کردیا۔ اس سامراجی فرقہ کی یہ دیرینہ خواہش رہی ہے کہ اس کی اپنی مستقل ریاست ہو۔ چنانچہ ملک کی تقسیم کے بعد اس فرقہ کا دوسرا سربراہ مرزابشیرالدین محمود قادیانی نے باؤنڈری کمیشن کے روبرو مطالبہ کیا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے عیسائی ریاست ’’ویٹکن سٹی‘‘ کی طرح قادیان (پنجاب) کو بھی ایک چھوٹی مستقل ریاست کا درجہ دیا جائے۔ لیکن یہ مطالبہ مسترد ہوگیا۔ پھر یہ فرقہ مجبوراً ہندوستان کو چھوڑ کر خود کو مسلمان کہلانے کے شوق میں پاکستان منتقل ہوا۔ پاکستان میں ’’ریاست کے اندر ریاست‘‘ قائم کرنے

کی کوششیں اور سازشیں جاری رہیں۔ بالخصوص پاکستان کے شورش زدہ علاقہ بلوچستان کو یہ اپنی ریاست بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس تعلق سے خود مرزا بشیر الدین محمود کا بیان ریکارڈ پر ہے۔ یہ شخص کہتا ہے:

’’بلوچستان کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ زیادہ آبادی کو احمدی (قادیانی) بنانا مشکل ہے۔ لیکن تھوڑے آدمیوں کو تو احمدی بنانا مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبہ کو بہت جلد احمدی (قادیانی) بنایا جاسکتا ہے۔ اگر ہم سارے صوبہ کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں۔ پس تبلیغ کے ذریعہ بلوچستان کو اپنا صوبہ بنالو تا کہ تاریخ میں آپ کا نام رہے۔‘‘

(قادیانی اخبار روزنامہ الفضل قادیان ۱۳؍اگست ۱۹۴۸ء)

غرض یہ کہ پڑوسی ملک (پاکستان) میں قادیانی فرقہ کے یہ خطرناک سیاسی عزائم اور سامراجی منصوبے تھے۔ منفی سوچ کے حوالہ سے اگر فاضل مضمون نگار کی منطق درست مان لی جائے تو اس بات کے ماننے میں کیا حرج ہے کہ لگ بھگ سو سال تک پاکستان کے علماء دین، دانشوران ملت اور عوام نے اپنی ’’مثبت سوچ‘‘ ’’رواداری‘‘ اور ’’انسانیت نوازی‘‘ کا مظاہرہ کرتے ہوئے قادیانی فتنہ کو برداشت کیا۔ پھر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سر ظفر اللہ خان، ڈاکٹر عبدالسلام اور دوسرے قادیانی افسران اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں کو وطن کی خدمت سے زیادہ اپنے خود ساختہ مذہب کی تبلیغ اور اپنے سامراجی آقاؤں کے عزائم کی تکمیل کے لئے استعمال کر رہے ہیں تو انہیں ’’دودھ کی مکھی‘‘ اور ’’آٹے کے بال‘‘ کی طرح حکومت اور سماج سے نکال باہر کیا گیا۔

انہی وجوہات کے پیش نظر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کے بارے میں کہا تھا: ’’یہ لوگ چاہتے تھے کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔‘‘

بہر حال برطانوی سامراج کا خود کاشتہ پودا قادیانی فرقے کے خلاف اگر پاکستانی عوام اور وہاں کی حکومت سخت فیصلے اور اقدامات نہیں کرتی تو آج ہمارا پڑوسی ملک امریکی اور برطانوی سامراج کی ایک کالونی بن کر رہ جاتا۔ جس سے ہندوستان کو بھی سخت خطرہ لاحق رہتا۔ پڑوسی ملک میں قادیانی ریاست کے وجود میں آتے ہی ہم ہندوستانیوں کا حال شاید وہی ہوتا جو آج عربوں کے درمیان میں اسرائیل کے وجود میں آنے سے عربوں کا ہے۔ فاضل مضمون نگار اگر سچے ہندوستانی ہیں تو ان کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے تھا کہ یورپ اور برطانیہ کے اس بے لگام گھوڑے کو پڑوسی ملک میں ہی لگام دے دیا گیا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ سچ ہے کہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

۳...... فاضل مضمون نگار نے قادیانیوں کو ’’پاکستان کی جی جان سے خدمت کرنے والے‘‘ قرار دیا ہے۔ یہ موصوف کی خام خیالی اور خوش فہمی ہے۔ شاید موصوف قادیانی فرقہ کی اصلیت اور اس کی گھناؤنی سیاست سے واقف نہیں ہیں یا پھر تجاہل عارفانہ کا اظہار ہے۔ قادیانی فتنہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے سامراجی ٹولہ اور استعماری گماشتہ ہے۔ اسی حقیقت اور حیثیت کی وجہ سے یہ بدنام زمانہ فتنہ پاکستان میں ’’راندۂ درگاہ‘‘ ہوا۔ پھر یہ کہ

مضمون میں جن دو نامور قادیانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے لئے اپنی پروفیشنل خدمات سے زیادہ اپنے خودساختہ مذہبی نظریات اور رجحانات زیادہ اہم تھے۔ اسی لئے سرظفراللہ خان اور ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنی خدمات سے وطن کی ترقی اور تحفظ کا فریضہ انجام دینے کے بجائے اپنے خودساختہ مذہبی افکار وخیالات کی تبلیغ کی۔ بعض اہم اور خاص مواقع پر جہاں انہیں اپنے پاکستانی ہونے کا ثبوت دینا تھا۔ وہاں ان دونوں نے اپنے ''انتہاپسند'' قادیانی ہونے کا ثبوت دیا۔ سرظفراللہ خان، پاکستان کے بانی قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا۔ پاکستانی وزیر خارجہ کی حیثیت سے وہ نماز جنازہ پڑھ سکتا تھا۔ لیکن یہاں اس کے نزدیک اہمیت اپنے پاکستانی وزیر خارجہ ہونے کی نہیں اپنے ''قادیانی'' ہونے کی تھی۔ اس لئے اس موقع پر اس نے سوال کرنے والوں کے جواب میں کہا تھا: ''تم مجھے کسی کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھو یا پھر کسی مسلم حکومت کا کافر وزیر سمجھو۔''

اسی طرح جب ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل انعام دیا گیا تو اس شخص نے بحیثیت پاکستانی اس پر فخر کرنے کے بجائے احمقانہ اور جاہلانہ انداز میں اس کو اپنے جھوٹے وباطل مذہب کی صداقت کا نشان قرار دیا۔ اس کو اپنے مذہبی گرو کی پیشین گوئی بتایا۔ اپنے ہم مشن یہودیوں سے نوبل انعام حاصل کرنے کے بعد اپنے پہلے انٹرویو میں اس نے کہا: ''میں سب سے پہلے مرزاغلام احمد قادیانی کا غلام ہوں۔ پھر مسلمان ہوں۔ پھر پاکستانی۔''

پاکستانی حکمرانوں نے اس کے ساتھ فراخ دلی، فراخ چشمی اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس شخص کو اپنے یہاں منعقدہ بڑی عالمی سائنسی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ لیکن اس متشدد قادیانی نے اس دعوت کو اس ریمارکس کے ساتھ ٹھکرادیا کہ: ''میں اس لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا جب تک آئین میں کی گئی ترمیم (قادیانی غیرمسلم ہیں) واپس نہ لی جائے۔''

سوال یہ ہے کہ جب یہ سرکردہ قادیانی، باطل اور گمراہ خودساختہ مذہب سے وابستہ رہ کر اپنے مذہبی تعصب اور تشدد کا مظاہرہ کریں تو وہ فاضل مضمون نگار کی نظر میں وطن کے خدمت گذار اور وفادار ہیں اور جو علماء دین اپنے مذہب کی پاسداری اور وطن سے وفاداری کی جرم میں قادیانی فرقہ کے خلاف اپنے ''مذہبی تصلب'' کا اظہار کریں تو ''ملائیت''، ''تعصب'' اور منفی سوچ ہے:

تم ہی ذرا اپنی اداؤں پہ غور کرو
ہم کچھ عرض کریں تو شکایت ہوگی

اس موقع سے شاعر اسلام علامہ اقبالؒ کا تجزیہ بالکل بجا معلوم ہوتا ہے۔ علامہ نے قادیانیت کی حقیقت کے بارے میں ہمارے ملک کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو لکھا تھا: ''میں اپنے نزدیک اس امر میں کچھ شبہ نہیں پاتا کہ احمدی ملک وملت دونوں کے غدار ہیں۔''

شاعر اسلام کوئی مولوی اور ملاں نہیں کہ جن کی سوچ کو دقیانوسی اور شدت پسندی کہا جائے۔ وہ انتہائی وضعدار، روادار اور روشن خیال تھے۔ فاضل مضمون نگار اگر اس کو بھی ''منفی سوچ'' MINDSET کہتے اور سمجھتے ہیں تو موصوف کو اپنی عقل کا ماتم اور اپنے فہم کا مرثیہ پڑھنا چاہیے۔

نوبل انعام ...... تاریخی حقائق کی روشنی میں!

مولانا شاہ عالم گورکھپوری!

اخبارات ورسائل میں جب ’’نوبل انعام‘‘ کا ذکر آتا ہے تو کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی بڑا بھاری بھرکم انعام ہے اور کچھ لوگ تو اس کو عزت ووقار کا مسئلہ بنا کر اسے دنیا کا سب سے بڑا اعزاز سمجھنے سمجھانے لگتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ انعام کہاں سے آتا ہے؟ کس کو ملتا ہے؟ اس کے دینے کے کیا اغراض ومقاصد ہیں؟ اور اسلامی وملی نقطہ نظر سے اس کی حیثیت کیا ہے؟۔

ہندوستان کی کئی نامور غیرمسلم ہستیوں کو یہ انعام مل چکا ہے۔ لیکن ’’نوبل انعام‘‘ کا چرچا اس وقت سے زیادہ ہوگیا جب سائنس دان کی حیثیت سے پاکستان کے مسٹر عبدالسلام قادیانی کو ملا۔ اس وقت سے ایک خاص گروپ کے پروپیگنڈے کی وجہ سے اسلامی ممالک اور مسلم حلقوں میں یہ بڑی اہمیت کا حامل ہوگیا۔ بلکہ اسے ایک اہم ترین معجزہ قرار دیا جانے لگا اور یہاں تک باور کرایا جانے لگا کہ یہ انعام اس صدی کا سب سے بڑا انعام ہے اور جس کو ملا ہے وہ ’’مسلم قوم‘‘ میں صدی کا سب سے نامور فرد ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نوبل انعام کے حقائق سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

نوبل انعام کی تاریخ یہ ہے کہ ۲۱؍اکتوبر ۱۸۳۳ء میں سویڈن کے دارالحکومت شاک ہوم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا پورا نام ’’الفرڈ ابن ہارڈ نوبیل‘‘ تھا۔ بڑا ہوکر یہ شخص ایک ماہر سائنسدان بنا اور ۶۳ سال کی عمر پاکر ۱۰؍دسمبر ۱۸۹۶ء کو اٹلی میں مرگیا۔

یہی وہ شخص ہے جس نے اپنے کیمیادانی اور انجینئرنگ کو پروان چڑھاتے ہوئے ایک خطرناک مہلک ہتھیار ’’ڈائنامیٹ‘‘ ایجاد کیا۔ اس کے علاوہ بھی کئی جنگی آلات تارپیڈ وغیرہ پر اس کی بڑی تحقیقات ہیں۔ اپنے مخصوص فکر ومزاج کی وجہ سے نہایت ہی خوفناک اور تباہ کن آلات تیار کرنا اس کا خاص فن تھا۔ اس نے دنیا کو مہلک ہتھیار کا سبق تو خوب پڑھایا۔ لیکن اس سبق کا پہلا اثر خود اسی کے خاندان پر پڑا۔ چنانچہ ’’ڈائنامیٹ‘‘ کا تجربہ کرتے ہوئے اس کے بھائی سمیت تین افراد نہایت عبرتناک انداز میں اس طرح ہلاک ہوگئے تھے کہ ان سب کے چیتھڑے پرخچے اڑ گئے تھے۔ اپنے فنی مہارت میں جنون کے سبب، اہل خاندان کی عبرتناک ہلاکت نے اسے دل برداشتہ کردیا۔ چنانچہ اس حادثہ سے متاثر ہوکر اس نے اپنی جائیداد کا ایک بڑا حصہ انعام کے لیے وقف کردیا۔ وقف کرتے وقت وقف کی رقم سو سال قبل تراسی لاکھ گیارہ ہزار ڈالر تھی۔ اس نے بطور خاص یہ وصیت کی کہ اصل رقم تو بینک میں محفوظ رہے اور اس کا سود انعام میں تقسیم کیا جاتا رہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ’’نوبل انعام‘‘ حقیقت میں سودی رقم ہے۔ کیونکہ اس کے مالک ’’الفرڈ بانی نوبل‘‘ نے اصل رقم تو بینک میں محفوظ رکھنے کی وصیت کی ہوئی ہے اور بینک سالانہ جو سود اس پر دے گا۔

اس سودی رقم کو انعام میں دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ چنانچہ یہی سودی رقم اب تک انعام میں دی جاتی ہے اور جس کمیٹی کے ذمہ یہ انعام دینا سپرد کیا گیا ہے۔ اس کا نام ''نوبل فاؤنڈیشن رکھا گیا ہے۔ یہ کمیٹی ہر سال پانچ انعام تقسیم کرتی ہے۔ انعام کے نام سے اس سودی رقم کی تقسیم کا ضابطہ یہ ہے کہ یہ نوبل انعام: ۱......فزکس۔ ۲......فزیالوجی کیمسٹری۔ ۳......میڈیسن۔ ۴......ادب۔ ۵......ان لوگوں کو جو امن ومصالحت کے شعبوں میں نمایاں امتیازی کردار ادا کرنے والے ہوتے ہیں دیا جاتا ہے۔

انعام کی تقسیم کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کمیٹی یہ انعام محض اپنے تجربات وصوابدید پر نہیں دیتی۔ بلکہ اس کی منظوری اور انتخاب مختلف کمیٹیاں کرتی ہیں۔ نوبل انعام حاصل کرنے والے امیدواروں کے نام مختلف کمیٹیوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں اور وہی اس کا حقدار منتخب کرتی ہیں۔

چنانچہ امن کا انعام اس کمیٹی کے حوالہ ہوتا ہے جس کے پانچ ممبر ہوتے ہیں اور اس کا انتخاب ناروجین کی پارلیمنٹ کرتی ہے۔ ادب پر انعام فرانس اور اسپین کی ایک کمیٹی کرتی ہے۔ کیمسٹری فزکس پر انعام کا انتخاب سٹاک ہوم کی سائنسی کمیٹی کرتی ہے۔ فزیالوجی اور میڈیسن پر بھی سٹاک ہوم کی ایک کمیٹی انعام متعین کرتی ہے۔ یہ انعام پانچ لوگوں کو برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔ نوبل انعام کی مقدار یہ ہوتی ہے کہ یہ انعام تین چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک سونے کا تمغہ ہوتا ہے۔ نمبر دو آٹھ ہزار پونڈ کی نقد رقم ہوتی ہے۔ نمبر تین ایک تائیدی وتصدیقی سرٹیفکیٹ۔

اس سودی رقم کی تقسیم کا آغاز نوبل کی پانچویں برسی کے موقع پر ۱۹۰۸ء میں کیا گیا تھا۔ اب تک یہ انعام سینکڑوں افراد کو مل چکا ہے۔ ہندوستان میں جن لوگوں نے یہ انعام حاصل کیا ہے۔ ان میں سرفہرست ۱۹۱۳ء میں روندرناتھ ٹیگور تھے۔ شعبہ ادب میں نوبل انعام ۱۹۳۰ء سروے رمن کو فزکس میں نمایاں مقام حاصل کرنے کی وجہ سے ملا۔ ۱۹۷۹ء ایک خاتون مدرٹریا کو امن کا نوبل انعام ملا جو ایک عیسائی عورت تھی۔

مسلمانوں میں نوبل انعام کے نام سے یہ سودی رقم پانے والے پہلے فرد ۱۹۷۸ء میں مصر کے سابق صدر انور سادات ہیں۔ ان کو یہ انعام ملنے کی مختصر کہانی یہ ہے کہ ۱۹۷۸ء میں اسرائیل کے وزیر اعظم مسٹر بیگن کو انعام ملا کہ اس نے یہودیوں کی اسرائیلی سلطنت عربوں کی زمین پر قائم کر دی اور انور سادات نے چونکہ ملک وملت کو بالائے طاق رکھ کر امریکہ کی خوشنودی میں اسرائیل کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس لیے نوبل فاؤنڈیشن نے ان کو بھی نوبل انعام دیا۔

اس کے بعد ۱۹۸۷ء میں ایک آزاد مصری ادیب ''نجیب محفوظ'' کو بھی ایک ناول پر ادبی انعام ملا ہے۔

اس ناول کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں اسرائیل اور امریکی حکام کی خوشنودی میں مذہب اسلام کا اور مذہبی پیشواؤں کا بہتر سے بہتر انداز میں مذاق اڑایا گیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس ناول کی ہذیانی اور بدزبانی کی بنیاد پر مصر کی آزاد حکومت نے اس کی اشاعت پر پابندی لگاتے ہوئے ممنوع قرار دے دیا تھا۔ لیکن چونکہ ''نوبل انعام کمیٹی'' کے اراکین کے نزدیک ناول نگار کا یہ بڑا نیک اور تاریخی کارنامہ تھا۔ اس لیے بڑی دھوم دھام سے ناول نگار کو یہ انعام دیا گیا اور اس کی خوب تشہیر بھی کی گئی۔

پاکستان میں ۱۹۷۹ء میں عبدالسلام قادیانی کو فزکس میں نوبل انعام ملا۔ اس انعام میں وہ تنہا نہیں تھا۔

بلکہ اس کے ساتھ اس انعام میں دو امریکن سائنسدان بھی شریک رہے۔ پھر بھی مثلث اس انعام پر قادیانیوں نے تشہیری دنیا میں دھوم مچادی۔ قادیانی دھرم کے لوگوں نے اسے اپنے ایک فرد کا حیرت انگیز کارنامہ بتایا۔ بلکہ اسے ایک معجزہ قرار دیتے ہوئے قادیانیت کی حقانیت کو ثابت کرنا چاہا۔ اندرون خانہ قادیانیوں کے ہی زیر اثر ہندوپاک کے بے شمار پرچوں نے اس نوبل انعام پر خصوصی مضامین شائع کیے۔ بعض اداروں نے اس پر نمبر بھی نکالا اور اس کے سائنسی کارناموں کو سراہا۔ ''تہذیب الاخلاق'' علی گڈھ نے بھی عبدالسلام نمبر آب وتاب سے شائع کر ڈالا۔ یہ سب کچھ کہیں شعوری طور ہوا اور کہیں غیر شعوری طور پر۔

جہاں تک مسٹر عبدالسلام قادیانی کی سائنسی مہارت اور کارناموں کی بات ہے۔ یہ الگ معاملہ ہے۔ جس چیز میں ایک کے ساتھ دو اور شریک ہوں پھر اس میں امتیاز کی بات ہی کیا رہ جاتی ہے۔ مگر قادیانیوں کی یہ بے جا جسارت کہ وہ اس سودی رقم سے ملنے والے انعام کو قادیانیت کی حقانیت کی دلیل بنا کر ناواقف مسلمانوں کو گمراہ کررہے ہیں۔ ان کے پروپیگنڈے کا اثر یہاں تک ہے کہ بعض ناواقف اہل قلم اس کو بڑے فخریہ انداز میں لکھتے ہیں اور جن علماء اسلام نے عبدالسلام اور قادیانیوں کو اس نازیبا حرکت پر آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ ان کو ''منفی سوچ'' کا حامل بتارہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ انعام کسی مذہب کی حقانیت وصحت کی دلیل ہوتی تو پھر تو دہریوں اور ہنود کا مسلک بھی حق ہونا چاہیے تھا کہ انہوں نے سب سے زیادہ یہ انعام پایا ہے۔ بلکہ ان کا کچھ زیادہ حق ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے انہوں نے بلاشرکت غیرے انعام حاصل کیا ہے۔ جبکہ اس قادیانی کو تو مشترک انعام ملا ہے۔ جس کی صورت بھی کانی ہے۔

اگر نوبل انعام کے اغراض ومقاصد اور اس کی سیاسی حیثیت پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس انعام کی تقسیم وانتخاب میں صیہونی سیاسی مصالح کارفرما ہیں۔ ان کے پوشیدہ مفاد ومقاصد اس سے وابستہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ پانچوں شعبوں میں امتیازی خدمات انجام دینے والے مخلص مسلمان اس انعام کو اپنے لیے جائز ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہمیشہ اس سے دور رہتے ہیں۔ پھر بھی ذرا آپ انعام پانے والوں پر غائرانہ نگاہ ڈالیں تو آپ دیکھیں گے کہ ۱۹۰۸ء سے اب تک انعام کا سلسلہ جاری ہے اور ہر سال پانچ کو انعام دیا جانے کا ضابطہ ہے اور دیا جاتا ہے۔ ایک سو سال سے زائد کے عرصہ میں اس عظیم دنیا میں کوئی ایک بھی مسلمان اس لائق پیدا نہ ہوا جو اس انعام کا حقدار ہوتا؟۔ کیا علم وادب تصنیف تالیف امن وشانتی کی صف میں کوئی نام لیوا اسلام کا ایسا نہ ہوا؟۔ حیرت ہے یہ تمام انعام پانے والے صیہونی مزاج والے یا یہود ونصاریٰ ہی ہوئے۔

اہل تاریخ پر یہ بات مخفی نہیں کہ اس مدت میں بیشمار ادیب شاعر صاحب فن مسلمان ہوئے۔ کیا علامہ اقبال کے ادبی شاعرانہ کاموں سے دنیا واقف نہیں۔ یورپ میں ان کی کتنی کتابوں کا ترجمہ شائع ہوکر مشہور ہوچکا ہے۔ محمد علی جوہر، لسان العصر اکبرالہ آبادی، مولانا حسرت موہانی وغیرہ کی ادبی خدمات کیا کسی سے کم ہیں؟۔ ہرگز نہیں۔ کیا طب میں حکیم اجمل خان کے حیرت انگیز کارنامے دنیا کے سامنے نہیں ہیں؟۔ امن وآشتی کی بین الاقوامی فضا سازگار کرنے میں، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمنؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا اسعد مدنیؒ کے کارنامے کچھ

کم ہیں؟۔غریبوں کی مسیحائی اور حاجت روائی میں حاجی اجمل علی آسامی کا کوئی بدل ’’نوبل انعام کمیٹی‘‘ کے پاس ہے؟۔ہاں!مگر پریشانی یہ ہے کہ یہ لوگ نام کے ساتھ زبان وعمل کے بھی مسلمان تھے۔اسی جرم میں ان پر ’’نوبل کمیٹی‘‘ کی نگاہیں پڑتی ہی نہیں ہیں۔یا یہ کہہ لیجیے کہ سودی رقم سے یہ خدا کی حفاظت ہے جو ان بندگان خدا کے ساتھ ہے۔نوبل کے سودخوروں کے یہودیت زدہ فکر ومزاج کے مقابلہ میں خدا نے پوری دنیا کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی نگاہوں میں انہیں عزت ووقار بخشا ہے۔

رہی بات انور سادات کو نوبل انعام دینے کی۔اسے تو ایک سیاسی مفاد کے وابستہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا کہ اس نے عربوں کی زمین پر اسرائیلی قبضہ کو تسلیم کیا۔عبدالسلام قادیانی کے نوبل انعام کی وجہ بھی اسی طرح ہے۔چونکہ قادیانیوں کا اسرائیل میں ایک مشن ہے جو عرصہ سے کام کرتا ہے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کی پیہم کوشش کرتا ہے۔ اب بھی ہزاروں کی تعداد میں اسرائیلی فوج میں قادیانی ٹریننگ حاصل کررہے ہیں جو کسی مشکل وقت میں مسلمانوں کے درمیان اسرائیلی مفاد میں کام آئیں گے۔یہودی چاہتے تھے کہ آئن اسٹائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کیا جائے۔سوڈاکٹر عبدالسلام کو بھی انعام سے نوازا گیا۔(تفصیل کے لیے دیکھئے روزنامہ چٹان،۶؍فروری۱۹۸۶ء)

بہرحال یہ انعام خالص سودی رقم ہے جس پر نبی کریم a نے لعنت فرمائی۔حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک a نے سود لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔(مسلم شریف)

اگر یہ انعام کسی قادیانی کو ملتا ہے اور قادیانیت ہی کے نام سے اس کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تو ہمیں یا کسی سچے مسلمان کو حیرت یا افسوس کا مقام نہیں کہ روح کے مطابق قادیانیوں کو غذا ملی۔البتہ افسوس ان مسلمانوں پر ہے یا مسلمانوں کا بے جا نام استعمال کرنے والوں پر ہے جو اس کو احمدیت اور قادیانیت کی صداقت وحقانیت کی دلیل سمجھ بیٹھے ہیں اور مسلمانوں کو اس پر اپنے طنز وتعریض کا نشانہ بناتے ہیں۔جیسا کہ حال ہی میں دہلی کے ایک روزنامے میں ’’مبین ڈار‘‘ کے نام سے ایک مضمون نگار کے مضمون میں دیکھنے کو ملا کہ جس سے واضح طور قادیانی سازش کی بو آتی ہے:

پس پردہ کوئی چھپا سامری ہے

کمال کی بات یہ بھی دیکھئے کہ مضمون نگار بہادر نے مضمون میں اپنے مزعومات کے لیے کوئی حوالہ نہیں جس سے ان کی صداقت ثابت ہوتی۔بس مصری ادیب ’’نجیب محفوظ‘‘ کی طرح علماء کو ’’منفی سوچ کا حامل‘‘ ملاں، مائنڈ سیٹ وغیرہ گالیوں سے جی بھر کر اپنی بھڑاس نکالی ہے اور علماء کو اس بات پر خوب کوسا ہے کہ انہوں نے پڑوسی ملک میں قادیانیوں کو کافر کیوں قرار دیا۔قادیانیوں کو جی جان سے خدمت کرنے والا جتاتے ہوئے انہوں نے جو اپنا شخصی آئینہ پیش کیا ہے۔اس سے خوب محسوس کیا جاسکتا ہے کہ گالیاں دینے کا عنصر انہیں مرزا غلام قادیانی سے وراثت میں ملا ہے۔یا ممکن ہے کہ وہ اس خوش فہمی میں ہوں کہ نوبل کمیٹی کی نظر عنایت پڑ جائے۔

لیکن مسلمانوں کو ضرور چوکنا ہوجانا چاہیے کہ دہلی میں اب قادیانیت نواز عناصر قلمی نام رکھ کر اس طرح سرگرم عمل ہیں۔مبین ڈار بھی کسی فرقان صاحب کا قلمی نام ہے۔جو اپنے نام سے زیادہ اپنی شخصیت کو پوشیدہ رکھ کر قادیانیوں کی حمایت کا کاروبار چلانا چاہتے ہیں۔

ترک قادیانیت!

قسط نمبر:4

عبدالقیوم سرگودھا!

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور a نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور جو کوئی اس سے جدا ہوگا وہ دوزخ میں جا گرے گا۔ جماعت بمعنی اجماعی وحدت لہٰذا امت مسلمہ بحیثیت مجموعی بے دین اور گمراہ نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح تمام محدثینؒ، مفسرینؒ، مجددینؒ اور اکابرین امتؒ اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے۔ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اس عقیدہ کا منکر بالاتفاق کافر ہے۔ (تفسیر بحرالمحیط ج۲ ص۴۷۳) پر لکھا ہے۔

"یعنی تمام امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور اخیر زمانہ میں نازل ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث متواترہ سے ثابت ہے۔" (تفسیر جامع البیان ص۵۲) پر ہے۔ "اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ نازل ہوکر دجال (متعین شخصیت) کو قتل کریں گے اور اسلام کی تائید کریں گے۔"

چودہ صدیوں کے تمام مجددین کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے۔ جب کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ اس کا مطلب ہوا اگر چودہ صدیوں کے مجددین حق پر ہیں تو اکیلا مرزا قادیانی حق پر نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کا قول ہے:

"کسی اجماعی عقیدے سے انکار وانحراف موجب لعنت کلی ہے۔" (انجام آتھم ص۱۴۴، خزائن ج۱۱ ص۱۴۴)

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ وفات مسیح کی بنیاد قرآن وحدیث نہیں۔ مرزا قادیانی کا اپنا خاص الہام ہے۔ اگر وفات مسیح کی بنیاد قرآن وحدیث ہوتی تو قرآن وحدیث تو پہلے بھی موجود تھا۔ قرآن وحدیث سے تو مرزا قادیانی حیات مسیح اور نزول مسیح ۵۲ سال کی عمر تک ثابت کرتے رہے۔ اس الہام کی کیا وقعت ہوگی جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو؟ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

"اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتا۔ جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے (جیسا کہ مرزا قادیانی نے فی الواقع کیا ہے) تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مؤمنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔" (ازالہ اوہام ص۱۳۷، ۱۳۸، خزائن ج۳ ص۱۷۰)

مرزا قادیانی: قرآنی احکام میں تبدیلی کرکے اپنے فتویٰ کی رو سے ملحد اور کافر ٹھہرے۔ مرزا قادیانی عقیدہ

حیات عیسیٰ علیہ السلام کو شرک کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے نزدیک ایک مجدد، ایک محدث، ایک ملہم ایک نبی جس پر وحی بارش کی طرح ہو۔ وہ شرک عظیم میں بارہ سال تک مبتلا رہ سکتا ہے؟ اور خدا کے نزدیک اتنا مقرب ہو سکتا ہے؟ کہ آگے چل کر تمام نبیوں سے اور تمام مخلوقات سے وہ بڑھا دیا جاوے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا اور شرک کے سوا جتنے گناہ ہوں، چاہے تو بخش دے۔ مرزا قادیانی، حیات عیسیٰ علیہ السلام کو شرک ہی نہیں شرک عظیم فرماتے ہیں۔ وعدہ الٰہی کے موافق اس کا معاف ہونا قطعاً محال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ مرزا قادیانی کے اس قول کی بناء پر ساری امت گمراہ تھی اور ساری امت کافر اور مشرک تھی۔ خود کافر اور مشرک ٹھہرا۔

شرح شفاء میں لکھا ہے کہ جو کوئی ایسی بات کہے جس کے فیصلے سے تمام امت کو کافر اور گمراہ کہا جاوے وہ شخص خود کافر ہے۔ اس وجہ سے بھی مرزا قادیانی کافر اور مرتد ٹھہرے۔ مرزا قادیانی کے اس قول سے اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوا کہ اسلام کی ایک ذرہ بھر وقعت باقی نہیں رہ سکتی۔ مرزا قادیانی کے قول سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام میں ایسے عقائد شرکیہ موجود ہیں جو بطریق تواتر ثابت اور تمام ممالک اسلام میں پھیل گئے اور سب نے قبول کرلیا اور کسی چھوٹے بڑے کو اس برائی کی اطلاع نہ ہوئی۔ تیرہ سو برس کے بعد پچاس برس کی عمر تک خود اس عقیدہ شرکیہ میں مبتلا رہ کر اب یہ کہتا ہے کہ یہ شرک عظیم ہے۔ قرآن کی ایک یا دو آیات نہیں بلکہ تیس آیات سے ثابت ہے۔ جن پر قرآن نازل ہوا وہ بھی ان آیات کی حقیقت کاملہ نہ سمجھ سکے اور ساری امت صحابہ کرام اور تابعین اور مجددین سمیت شرک عظیم میں مبتلا تھی۔ ہو سکتا ہے آپ a کا کوئی اور بروز نکلے جو بیس پچیس اور شرک ثابت کردے۔

غور کریں جب قرآن وحدیث اور مسلمانوں کا ایسا مذہب ہے کہ شرک عظیم کا تیرہ سو برس تک اس میں پتہ نہ چلا۔ پھر اس کا کیا اعتبار رہے گا۔ (نعوذ باللہ) محترم بھائی باقر علی نے پوچھا حیات ونزول کے بارے ہمارے آقا a کیا فرماتے ہیں؟ جواباً عرض کیا۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ a ارشاد فرماتے ہیں: ’’مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے۔ پس صلیب توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جنگ ختم کردیں گے۔ مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ دنیا اور دنیا کے مال ومتاع سے ایک سجدہ اچھا معلوم ہوگا۔‘‘ (صحیح بخاری ج۱، حدیث نمبر۳۴۴۸)

حضور نبی کریم a اس حدیث میں قسم کھا رہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ اس کا معنی ومطلب وہی ہے جو اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس میں آپ a اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ (حضرت عیسیٰ) ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے بن باپ پیدا کیا۔ جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انجیل نازل فرمائی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ جو بات قسم اٹھا کر کہی جائے اس سے صرف ظاہر معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ وہاں تاویل یا استثناء نہیں چل سکتا۔ مرزا قادیانی نے خود یہ اصول بیان کیا۔

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ!

حضرت الامیر دامت برکاتہم کی ختم بخاری کی تقریبات سے خطاب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم نے رجب المرجب کا پورا مہینہ بہت مصروف گذارا۔ ضعف وعوارض کے باوجود ملک کی اہم دینی درسگاہوں میں ختم بخاری کی تقریبات سے خطاب فرمایا اور علوم نبوت حاصل کرنے والوں کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ اس سال ہزاروں علماء کرام نے علوم حدیث سے فراغت حاصل کی ہے۔ گویا مدارس عربیہ کے معاونین کا تعاون صحیح مصرف میں خرچ ہوا۔ ساٹھ ہزار کے لگ بھگ حفاظ کرام نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت امتحانات دیئے۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے تبلیغی دورے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغین کے اجلاس منعقدہ ۳،۴؍مئی کے فیصلہ کے مطابق سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کورس چناب نگر کی تیاری کے لئے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے ذمہ جنوبی پنجاب کے جامعات میں ترغیبی بیانات لگے۔ مولانا نے جامعہ خیرالمدارس، جامعہ دارالعلوم رحیمیہ، جامعہ عمر بن خطاب، جامعہ نعمانیہ، جامعہ حنفیہ قادریہ ملتان، دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا، جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی وہاڑی، جامعہ ابوہریرہ میلسی، جامعہ باب العلوم، جامعہ دارالقرآن کہروڑپکا، جامعہ احیاء العلوم مظفرگڑھ، جامعہ مظاہرالعلوم کوٹ ادو، جامعہ اشرف المدارس لیہ، جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید، جامعہ رحمانیہ، درس گاہ نیازیہ، جامعہ رحیمیہ عابدیہ بلاک نمبر۱۸، جامع مسجد صدیق اکبر نیو ماڈل ٹاؤن ڈیرہ غازیخان، جامعہ محمدیہ تونسہ شریف میں طلبہ واساتذہ کرام سے خطاب کیا اور طلبہ واساتذہ کرام کو کورس میں شرکت کی دعوت دی۔

مولانا محمد اسحاق ساقی کے مدارس میں بیانات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی نے دارالعلوم مدنیہ، جامعہ نظامیہ، جامعہ صدیقیہ، جامعہ اسعد بن زرارہ بہاولپور، جامعہ سراج العلوم لودھراں، جامعہ خیرالعلوم خیرپورٹامیوالی، جامعہ احیاء العلوم حاصل پور، جامعہ حسینیہ، جامعہ امدادیہ حبیب المدارس حبیب آباد یاکی والی، جامعہ انوریہ طاہروالی میں علماء وطلبہ سے خطاب فرمایا اور کورس میں شرکت کی دعوت دی۔

مولانا عزیز الرحمن ثانی کے بیانات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولانا عزیز الرحمن ثانی نے لاہور کے جامعات جامعہ اشرفیہ، جامعہ مدنیہ قدیم وجدید، دارالعلوم مدنیہ رسول پارک، جامعہ قاسمیہ رحمان پورہ، جامعہ غزالیہ، جامعہ ضیاء العلوم بیگم پورہ اور گوجرانوالہ کے جامعات جامعہ نصرت العلوم، مدرسہ اشرف العلوم، جامعہ انوارالعلوم میں لیکچرز دیئے اور طلبہ

کرام کو کورس کی اہمیت سے آگاہ کیا اور شرکت کی دعوت دی۔ دسیوں طلبہ کرام نے شرکت کے لئے نام لکھوائے۔

مولانا غلام مصطفیٰ کے بیانات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سب ہیڈ کوارٹر چناب نگر کے خطیب ومبلغ مولانا غلام مصطفیٰ نے چنیوٹ، فیصل آباد، سرگودھا اور خوشاب کے مدارس میں بیانات فرمائے۔ نیز عمومی بیانات میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت پر اپنے مخصوص انداز میں خطاب فرمایا۔ نیز جامعہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے صدر مدرس مولانا غلام رسول دین پوری نے بھی بعض مدارس میں لیکچرز دیئے۔

مولانا محمد قاسم رحمانی میدان تبلیغ میں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول نگر کے جواں سال مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی نے جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر، جامعہ محمودیہ تعلیم الاسلام اشرفیہ تعلیم القرآن ہارون آباد، جامعہ قاسم العلوم فقیر والی کے علاوہ جامعہ صادقیہ عباسیہ چشتیاں آباد، جامعہ رشیدیہ، جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال میں مولانا عبدالحکیم نعمانی کی دعوت پر تشریف لائے اور بیانات فرمائے۔ نیز مولانا عبدالحکیم نعمانی نے چیچہ وطنی اور پاکپتن شریف کے مدارس عربیہ میں بیان فرمایا۔

مولانا قاضی احسان احمد کے لیکچرز

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے کراچی، حیدرآباد کے مرکزی مدارس میں لیکچرز دیئے۔ شعبان المعظم کی چھٹیوں کو قیمتی بنانے کے لئے چناب نگر مرکز میں تشریف آوری کی دعوت دی۔

حضرت مولانا اللہ وسایا کی واپسی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا حرمین شریفین کی حاضری اور برطانیہ میں عالمی ختم نبوت برمنگھم میں شرکت اور اس سے پہلے برطانیہ کے طول وعرض اور اہم شہروں کے تبلیغی دورہ کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ جہاں کراچی جماعت کے زعما مولانا اعجاز مصطفیٰ، رانا محمد انور، مولانا قاضی احسان احمد، سید انوارالحسن نے ان کا استقبال کیا۔ کراچی سے ملتان اور پھر ملتان سے مسلم کالونی چناب نگر سالانہ رد قادیانیت کورس میں شرکت کے لئے چناب نگر تشریف لے آئے۔

حیات نو کیپسول
ضائع شدہ توانائی کو بحال کرنے کیلئے
New Gin-X ہربل

معدہ کی اصلاح کیلئے مجرب نظام ہضم درست کرنے کیلئے فاسد مادوں کو خارج کرنے کیلئے
نیو گیسٹوسن
ساہیوال پھکی، جدید حب سلیمانی
طبیعت سے ثقل اور بوجھل پن دور کرنے کیلئے بدن میں فرحت ونشاط پیدا کرنے کیلئے

السعید (رجسٹرڈ)
ہومیوپیتھک ہربل فارمیسی
دیپالپور بازار ساہیوال
Mob:0321-6950003
E-mail:saeedherbal@gmail.com

ڈیلرز: 0300-6983538، 0321-4130070-4538727، 0321-6418196
0313-6383497، 0307-5640369، 0301-8703627
0333-5507027، 0333-5203553، 0322-5109191، 0345-6195912
0346-6262981، 0300-5765587، 0333-9615996، 0321-8045069-5110802
0331-8492652، 0344-6262359، 0344-6262354، 0322-2275102-0300-7980336
0321-4579389-3553193، 0333-7124782
0332-2809795، 041-8728784، 0335-8748911، 054-3412447

تبصرہ کتب!

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے...... ادارہ!

مرزا قادیانی کون تھا؟ کیا تھا؟: صفحات: ۱۹۲: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ وناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان!

ادارہ تالیفات اشرفیہ کے بانی حافظ مولانا محمد اسحق ملتانی کے والد گرامی حضرت الحاج مولانا عبدالقیوم ملتانی ثم مہاجر مدنی کو اللہ تعالیٰ نے عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کا خاص ذوق دیا ہے۔ ان کے اس عنوان پر چند مضامین اور محترم اشتیاق صاحب ایڈیٹر روزنامہ بچوں کا اسلام کی زیر نگرانی روزنامہ اسلام کے بچوں کے ایڈیشن میں شائع ہونے والی مضامین بسلسلہ ''ختم نبوت زندہ باد'' ان تمام کو کتابی شکل میں جمع کردیا ہے۔ دس بارہ سال کے خوبصورت چھوٹے چھوٹے مختلف تین چار سو عنوانات کے ساتھ جمع کردیئے ہیں جو پڑھنے والوں کے ذوق سلیم کو جلاء ایمانی بخشیں گے۔ ہوا یہ کہ ایک بچی عائشہ لیاقت ملک نے جب بچوں کا اسلام شروع ہوا۔ انہوں نے ختم نبوت سے متعلق چھوٹے چھوٹے مضامین کو نوٹ بک پر نوٹ کرنا شروع کیا۔ تین چار کاپیاں بن گئیں۔ جو اس بچی نے جناب ایڈیٹر صاحب کو بھجوائیں۔ آپ نے حضرت حافظ محمد اسحق صاحب سے فرمایا تو یوں یہ کتاب معرض وجود میں آگئی۔ جو لائق تحسین امر ہے۔

مقصد بعثتؐ اور رسومات میلاد: تالیف: حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر: صفحات: ۸۸: قیمت: درج نہیں: ناشر: حق چار یار اکیڈمی مدرسہ حیات النبی گجرات!

آنحضرت a سے متعلق کسی بھی امر کا بیان خیر وبرکت کا باعث ہے۔ امت مسلمہ نے اپنے قیام سے اس وقت تک اس سعادت کو اپنے سینہ سے لگایا ہوا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت اسے سینہ سے لگائے رکھے گی کہ اسی میں اس کی بقاء کا راز مضمر ہے۔ یہ تمام ذکر بذات خود امر مبارک اور عمل محمود ہے۔ اس سے مقصود اطاعت نبویؐ ہے جو حکم ربانی ہے۔ بعض حلقوں نے صرف زبانی کلامی، غلامی رسول کا ورد کرنا معمول بنالیا ہے۔ مقصد کو سرے سے نظر انداز کردیا ہے۔ اب یہ ذکر برائے عمل نہیں رہا۔ گویا ''منانا'' رہ گیا ہے۔ ''اپنانا'' آنکھوں سے اوجھل کردیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ امر کسی بھی طرح مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پھر ولادت مبارک کے موقعہ پر نئی نئی ایسی رسومات کو شریعت بنا کر پیش کیا جارہا ہے کہ ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں یہ رسوم ہی آنے والی نسلوں کے لئے معاذ اللہ دین نہ بن جائے۔ ضرورت تھی کہ اصل ونقل، سنت وبدعت میں امتیاز قائم کیا جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر نے اس پر قلم اٹھایا اور یہ خوبصورت رسالہ مرتب کردیا جو اس موضوع پر ایک جاندار وقیمتی اثاثہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ مطالعہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کرسکتے ہیں۔

ملک کی معروف و مشہور عظیم دینی درسگاہ

مدرسہ عربیہ ختم نبوت

مسلم کالونی
چناب نگر
ضلع چنیوٹ

میں شائقین علوم نبویہ کے لیے

اعلان داخلہ

10 شوال المکرم 1432ھ

سے درجہ کتب اور درجہ حفظ کے داخلہ کا آغاز ہوگا

اور انشاء اللہ درجہ حفظ کی تعلیم کا آغاز 10 شوال المکرم ہی سے ہوجائیگا

جبکہ درجہ کتب کی تعلیم کا آغاز 15 شوال المکرم سے ہوگا۔ درجہ کتب کی کلاسیں درجہ ابتدائیہ سے درجہ خامسہ تک ہیں، درس نظامی کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم میٹرک تک دی جاتی ہے۔

بحمد اللہ! درس نظامی اور عصری تعلیم کا نتیجہ ہر سال تسلی بخش آتا ہے۔

درجہ حفظ کی 6 کلاسیں ہیں، درجہ کتب اور درجہ حفظ میں گذشتہ سال 375 سے متجاوز طلبہ تھے۔

الحمد للہ! درجہ حفظ و درجہ کتب میں طلبہ کی تعلیم و تربیت کے علاوہ ان کے لیے قیام و طعام اور معقول وظیفہ کا خاطر خواہ انتظام ہوتا ہے۔

داخلہ کے خواہشمند طلبہ کرام جلد از جلد رابطہ فرمائیں!

زیر اہتمام: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

ملتان پاکستان

0300-4304277
0300-6733670

اسلام زندہ باد
فرمان مصطفیٰ ﷺ لا نبی بعدی
تاجدار ختم نبوت زندہ باد
تاریخی عظیم الشان
ختم نبوت کانفرنس
مسلم ٹاؤن لاہور
شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے
5 ستمبر 2013 بروز جمعرات بعد از نماز مغرب
عنوانات
توحید باری تعالیٰ
سیرت خاتم الانبیاء
حیات عیسیٰ علیہ السلام
عظمت صحابہ و اہل بیت
مسئلہ ختم نبوت
اتحاد امت
حکیم العصر محدث دوراں ولی کامل مخدوم العلماء
حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم
نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
ولی کامل
حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور
ملک کے جید علماء، مشائخ، عظام اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مرکز ختم نبوت لاہور
0300-4304277
042-35862404
0300-9496702
0300-4275569

تعاون کی اپیل

عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی، ناموس رسالت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے

عطیات، صدقات اور زکوٰۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دیجئے

تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

☆ حضرت امیر شریعتؒ اور خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے بالاتر ہو کر تبلیغ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والی مذہبی جماعت ہے۔ الحمدللہ!

☆ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے مجلس کو پاکستان اور بیرون پاکستان قادیانیت کے محاذ پر کامیابی نصیب ہوئی۔

☆ آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قانوناً قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

☆ یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے رد میں مراکز قائم کیے گئے۔

☆ برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام...... چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد۔

☆ چناب نگر میں سالانہ رد قادیانیت کورس...... ملتان میں علماء کے لیے سالانہ سہ ماہی رد قادیانیت کورس۔

☆ قادیانیت کے ہمہ وقت تعاقب کے لیے 40 مبلغین 30 تبلیغی مراکز اور دفاتر 8 شعبہ ہائے تعلیم القرآن۔

☆ چناب نگر شعبہ کتب...... شعبہ میٹرک ...... ماہنامہ لولاک ملتان...... ہفت روزہ ختم نبوت کراچی۔

☆ تحفہ قادیانیت 6 جلدیں...... احتساب قادیانیت 52 جلدیں...... دیگر رد قادیانیت پر اہم کتب شائع شدہ۔

☆ اردو، انگریزی، عربی میں رد قادیانیت پر فری لٹریچر

☆ انٹرنیٹ پر ماہنامہ لولاک...... ہفت روزہ ختم نبوت...... اور دیگر مجلس کی کتب دستیاب ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

مرسل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر UBL-3464 حرم گیٹ برانچ ملتان

اپیل کنندگان

حکیم العصر محدث دوراں شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا **عبدالمجید لدھیانوی** صاحب مدظلہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب مدظلہ العالی دامت برکاتہم
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا صاحبزادہ **عزیز احمد** صاحب مدظلہ العالی
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

علاقائی مراکز کے فون نمبرز											
	اسلام آباد 2829186	راولپنڈی 0333-7639031	سیالکوٹ 0300-7442857	گوجرانوالہ 4215663 4294656	لاہور 35862404 0300-4304277	سرگودھا 3710474	چناب نگر 6212611	جھنگ 0307-3780833	خانیوال 0301-7819466	چیچہ وطنی 0300-7832368	بہاولنگر 0333-6309356
	بہاولپور 0300-6851586	میرپورخاص 0333-3501864	رحیم یار خان 0301-7659790	سکھر 5625463	اوکاڑہ قصور 0300-6950984	فیصل آباد 0301-7224794	حیدرآباد 3869948	شیخوپورہ 0300-4981840	کوئٹہ 2841995	گجرات 0300-8032577	کراچی 32780337